آخری حصہ

بند مٹھی میں جگنو رکھنا

اقراء صغیر احمد

فصلِ گل کہتی ہے گلشن میں شباب آنے کو ہے
غنچہ و گل کی نگاہوں میں حجاب آنے کو ہے
آپ خود پہچان لیں گے اس کی صورت دیکھ کر
یعنی وہ آشفتہ سر خانہ خراب آنے کو ہے

For more visit (exponovels.com)

"اوہ مائی گاڈ۔ یہاں تو محسوس ہو رہا ہے گویا مقابلہ حسن منعقد کیا گیا ہو۔" حسنہ نے دروازے سے گردن نکالی اور اندر کی رنگین حسین فضا دیکھ کر چہک کے اندر آگئی۔ جہاں اس کی کزنز جدید سوٹس اور امپورٹڈ میک اپ و جیولری میں لشکارے مار رہی تھیں۔

"سات تو بج گئے کب جائیں گے ایئرپورٹ؟" ریما نے حسب عادت اسے نظر انداز کر کے رسٹ واچ دیکھی۔

"فارن کنٹریز سے آنے والی فلائٹس اکثر تو رات کو آتی ہیں۔ آپ لوگوں نے کیوں ابھی سے میک اپ کر لیے۔ تب تک چہرے خراب ہو جائیں گے۔" حسنہ نے [illegible]

"کیا راب ہو جائیں گے؟ تمہاری طرح کالا چہرہ نہیں ہے ہمارا۔" ریشم بل کھا کر پھنکاری۔

"نیور مائنڈ ڈیئر۔ چہرہ کالا ہو فرق نہیں پڑتا' دل کالا نہ ہو۔ کیا خیال ہے تمہارا؟" وہ ریشم کو چڑاتی ہوئی بولی۔

"اوہو ریشم ڈیئر۔ کس جھکے گھڑے کے منہ لگ رہی ہو؟" ریما اسٹائل سے پرمنگ کیے گئے بالوں میں لونگ کلپ لگاتی ہوئی بولی۔ اس کی چمکتی براؤن آنکھوں میں حسنہ کے لیے ناپسندیدگی تھی۔

"ہا۔ ہا۔ کیا میں راستہ بھول کر جنت میں پہنچ گیا۔ ماشاءاللہ' ماشاءاللہ' جنتی حسین پیاری پیاری حوریں ہیں۔ یا حوران جنت! میرا پیار بھرا سلام قبول ہو۔" عامر نے زبردست قسم کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ وہ دروازہ کھول کر ابھی اندر داخل ہوا تھا۔

"تمہارے لیے نہیں۔ لندن پلٹ پرنس احتشام کے استقبال کے لیے اتری ہیں۔ اس لیے تم اپنی حسرتوں پر آنسو بہا کر واپس پلٹ جاؤ۔ ناکام اداکار۔" حسنہ مسکراتی ہوئی اسے باہر کا راستہ دکھا رہی تھی۔ وہ بے منہ بنائے کھڑی تھیں۔

"ہتم ہشم دولہے کی دارو غہ کیوں میرے راستے میں [illegible]

"بند کرو یہ اپنی فضول بکواس' اور بتاؤ کیوں آئے تھے؟" صائمہ اسے آنکھیں دکھا کر بولی۔

"ارسل بھائی نے کہلوایا ہے۔ کوئی لڑکی ایئرپورٹ نہیں جائے گی۔"

"وہاٹ؟" وہ چھ کی چھ ایک زبان ہو کر چیخی تھیں۔ جبکہ حسنہ مسکرا دی تھی۔

"جی ہاں۔ ان کا فیصلہ ہے کہ رات ایک بجے کی فلائٹ ہے۔ کسٹم وغیرہ سے اوکے ہوتے ہوئے نہ معلوم کتنا ٹائم لگ سکتا ہے۔ اور فلائٹ لیٹ بھی ہو سکتی ہے۔"

"مگر ممی نے کہا تھا' ہم سب انہیں لینے جائیں گے' یہ ارسل بھائی کیوں ہر معاملے میں اپنی ٹانگ اڑانا ضروری سمجھتے ہیں؟" ریما کا مارے جھنجلاہٹ کے برا حال تھا۔

"ہے ہی اتنی لمبی کہ جب سے دراصل ان کی ایک ٹانگ ان کی وہ لمبی ٹانگ خود ہی اڑ جاتی ہے' ان بے چارے کا کیا قصور؟"

حسنہ ہنستی ہوئی گویا ہوئی۔ اس وقت ان کے چہرے دیکھ کر اسے لطف آ رہا تھا۔

"شٹ اپ۔ شکل اچھی نہ ہو تو بندہ بات تو اچھی کرے۔" ریمانے اسے گھور کر بولی۔

"مجبوری تو کیا ہے۔ بری شکل سے بات کیسے اچھی ہو سکتی ہے۔"

"اب کیا ہو گا؟ ابھی تو سوا سات بجے ہیں' گور عمر کو یہاں آنے میں ابھی آدھی رات پڑی ہے۔ جب تک ہماری ساری محنت ہی ضائع ہو جائے گی۔ خوامخواہ میں نے مارے [illegible] چہرہ بھی خراب ہو جائے گا۔ اور آدھی رات تک سو کر انھوں کا انتظار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے تو ابھی سے نیند آ رہی ہے۔" صائمہ نے پریشانی ظاہر کی۔

"ایک حل ہے میرے پاس' ایسا کرتے سب کو [illegible] ٹانگ کر [illegible]

For more visit (exponovels.com)

رہا تم سے۔" صائمہ نے مارے غصے کے پاؤں سے گولڈن زریں کا کھسہ اتار کر اسے کھینچ مارا۔ عامر بروقت نیچے بیٹھ گیا اور کھسہ اندر داخل ہوتی بڑی امی کی پیشانی سے جا ٹکرایا۔

"شاباش ہے۔ تم لوگوں سے توقع یہی رکھی جاسکتی ہے۔ جوتے مارنے کی۔" وہ دائیں ہاتھ سے پیشانی سہلاتی ہوئی طنزیہ لہجے میں ان کی طرف دیکھ کر گویا ہوئیں۔ انہوں نے فوراً ہی آگے بڑھ کر معذرت کرلی اور بتایا کہ غلط فہمی کی بنا پر ایسا ہوا ہے۔

آج کل بڑی امی کی خوب آؤ بھگت کی جارہی تھی۔ پورے گھر میں بڑی امی' بڑی امی کی صدائیں گونجتی رہتی تھیں۔

کمبائن فیملی سسٹم میں جو نفسانفسی و چپقلش چلتی ہے' وہی رویہ ان میں بھی چلتا رہتا تھا۔ بظاہر ایک دوسرے سے مسکرا کر ملا جاتا تھا۔ جھوٹی محبت و اپنائیت کے مظاہرے بھی کیے جاتے تھے۔ مگر دل ہی دل میں وہ ایک دوسرے کی شکلوں سے بھی بدظن تھے۔ ایک دوسرے کی خامیوں اور برائیوں میں سرگرداں رہتے تھے۔ بڑی امی کے ہونہار سپوت عمر احتشام سات سال بعد لندن سے لوٹ رہے تھے۔ بزنس ایڈمنسٹریشن کی اعلیٰ ڈگری بمعہ شاندار بزنس کے۔ ایک ماہ قبل انہوں نے اطلاع دی تھی کہ وہ واپس آرہا ہے۔ اور یہ خبر گھر کی خواتین کو چونکا گئی۔ سب کو اپنی اپنی جوان بیٹیوں کی فکر ستانے لگی۔ اور عملاً" سب سے پہلے بڑی امی پر جال ڈالا جانے لگا۔ ایک ماہ سے آج تک انہیں کوئی کام خود نہ کرنا پڑا نہ ہی ملازمہ کو ہدایت دینی پڑیں۔ لڑکیوں نے کچھ اسقدر چابکدستی' ہوشیاری سے ان کے کام سنبھالے کہ وہ اپنے بخت پر نازاں رہنے لگیں۔

"بڑی امی۔ ہم عمر کو لینے ایئرپورٹ نہیں جائیں گے؟ ارسل بھائی نے کیا کہلوایا ہے؟" ریما جلدی سے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنائیت بھرے انداز میں استفسار کرنے لگی۔

"ارسل ٹھیک کہہ رہا ہے بیٹا۔ دراصل واپسی میں بہت ٹائم ہوجائے گا۔ اور آج کل کے حالات کا تمہیں معلوم ہی ہے۔ جوان لڑکیوں کو لے جانے کو دل نہیں مان رہا۔ تم لوگ یہیں انتظار کرلینا۔ اسے آنا تو گھر ہی ہے۔" وہ لاڈ سے اسے چمکارتی ہوئی گویا ہوئیں۔

"اونہوں۔ بڑی امی' حالات تو آج کل نہیں' سدا سے ہی ایسے ہیں' ایئرپورٹ پر فاران سے آنے والے گیسٹ کو ریسیو کرنے سے جو ویلیو بڑھتی ہے' اس کی تو شان ہی الگ ہے۔" ریشم ان کے دوسرے شانے سے چپٹ کر بولی۔ مگر انہوں نے بہت خوبصورتی سے ان کی ہر دلیل مسترد کردی۔ اور انہیں عمر کا کمرہ دوبارہ سیٹ کرنے کا کہہ کر چلی گئیں۔ حسنہ پر صرف ایک اچٹتی سی نگاہ انہوں نے ڈالی تھی اور بیگانگی سے آگے بڑھ گئی تھیں۔

* * *

"حسنہ' اٹھو بیٹا' دیکھو تو کتنا دن چڑھ آیا ہے۔" ربیعہ بیگم اس کا کمبل کھینچتی ہوئی مخاطب ہوئیں۔ وہ آنکھیں ہاتھوں سے مسلتی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سامنے کھلی کھڑکی سے دھوپ کی کرنیں اندر آرہی تھیں۔ ربیعہ اسے ناشتے کی میز پر جلدی آنے کا کہہ کر چلی گئی تھیں۔

"پاپا! آپ نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا؟" وہ مما اور پاپا کو اپنے انتظار میں بیٹھا دیکھ کر شرمندگی سے ان کے قریب بیٹھتی ہوئی بولی۔

"اپنی بیٹی کے ساتھ ناشتہ کرنے کی سعادت کم کم ہی نصیب ہوتی ہے۔ ہم آج بھلا اس سعادت سے کیسے محروم رہ سکتے تھے؟" وہ بھرپور شفقت سے اس کی پیشانی چوم کر بولے۔

"ارے بھئی' اب اس ناشتے کو بھی پیٹ میں جانے کی سعادت بخشئے کب سے منتظر ہے بے چارا!" ربیعہ مسکراتی ہوئیں' انہیں ناشتے کی طرف متوجہ کرنے لگیں۔

"عمر سے ملیں بیٹا آپ؟ ماشاء اللہ ان سات سالوں میں بالکل بدل گیا ہے' بالکل امریکن لگ رہا ہے۔ بھائی جان کے سارے بچوں میں نمایاں ہے۔

For more visit (exponovels.com)

بااخلاق' مہذب اور بڑوں چھوٹوں کی عزت کرنے والا۔ اتنا عرصہ لندن میں رہ کر بھی وہاں کے رنگ نہیں چڑھے ہیں اس پر' میں تو بہت خوش ہوا ہوں' اس سے مل کر۔ اتنی اپنائیت اور محبت سے ملا کہ محسوس ہوا' میرا ہی بیٹا ہے۔"

"وہ بے شک آپ کا بیٹا۔ بھائی کا بیٹا آپ کا بیٹا نہ ہوا کیا؟" ربیعہ ان کے چہرے پر پھیلے محرومی کے سائے دیکھ کر جز بز ہو گئیں۔ ان کی تین بیٹیاں تھیں۔ اولاد نرینہ سے وہ محروم تھے۔

"اس کا مطلب ہے بابا۔ آپ مجھے اپنا بیٹا نہیں سمجھتے؟" وہ شاکی لہجے میں بولی۔

"ارے نہیں بھئی۔ آپ جیسا بہادر' جی دار بیٹا میرے علاوہ کسی اور کا ہو سکتا ہے؟" وہ لمحوں میں اپنی کیفیت پر قابو پا گئے۔ ورنہ اس سے بعید نہ تھا کہ وہ بحث چھوڑ کر واک آؤٹ کر جاتی۔

"ارے کہاں جا رہی ہو تم؟" وہ بھاگتی ہوئی سیڑھیاں عبور کر کے عمر کے کمرے کی طرف بڑھنا ہی چاہتی تھی کہ ایکدم سے بڑی امی لاؤنج سے برآمد ہوئیں۔

"عمر سے ملنے' دراصل ٹیسٹ کی وجہ سے میں ان سے مل نہ سکی تھی۔ آج بابا نے ڈانٹا کہ عمر کو آئے تین دن ہو گئے اور میں ان سے ابھی تک ملی بھی نہیں۔ اس لیے۔"

"بس۔ بس' بات مختصر کیا کرو۔ اور یہ تم نے کیا عمر۔ عمر کی رٹ لگا رکھی ہے؟ پانچ سال بڑا ہے تم سے۔ بھائی بولا کرو۔ ربیعہ نے بالکل بھی تہذیب نہیں سکھائی تمہیں؟"

"پلیز۔ آج میں نے جامعہ کی چھٹی کی ہے۔ اس لیے کوئی لیکچر سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"بدتمیزی اور گستاخی تو تمہاری گھٹی میں شامل ہے' نہ معلوم کس بدذات نے تمہیں گھٹی پلائی تھی؟" ان کا تضحیک آمیز رویہ اسے بدتمیزی کرنے پر اکساتا تھا۔ ویسے بھی وہ خطرناک حد تک صاف گو' منہ پھٹ اور کھری بات کرنے والی تھی۔ اس کی یہی عادتیں اسے برا بنائے ہوئے تھیں۔

"تمہارے پوچھ کر اس "بدذات" کا نام بتاؤں گی۔" وہ شولڈر کٹ بالوں کو جھٹک کر بولی۔

"عمر اس وقت آرام کر رہا ہے۔ کسی سے نہیں ملتا اس وقت۔ شام میں ملنا۔"

"کیوں؟ اس وقت وہ پہاڑ کھود کر آئے ہیں یا کھیتوں میں ہل چلا کر؟ جو آرام فرما رہے ہیں۔" بڑی امی (تائی) اور اس میں ہمیشہ ہی خاموش جنگ چھڑی رہا کرتی تھی۔

"میرا بیٹا کوئی معمولی سنگ تراش یا کسان نہیں ہے۔ بہت بڑا بزنس مین ہے۔ اس کا بزنس بڑے بڑے ملکوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے تو پاؤں کی خاک بھی لاکھوں کی ہوتی ہے۔"

"ہاں۔ ہاں۔ مجھے معلوم ہے سب۔ یہ بڑے بڑے ملکوں میں پھیلے ہوئے بزنس میں درحقیقت کون سا بزنس پوشیدہ ہوتا ہے۔ ہیروئن اور دوسری نشہ آور اشیاء کا۔ اور نام ہوتا ہے بزنس کا۔"

"خدا کی پناہ' لڑکی کسی کو تو بخش دیا کرو۔ سب سے ہی زبان درازی پر اتر آتی ہو۔ آخر اتنا پڑھ کر کیا گدھے پر کتابیں لاد رہی ہو' ادب لحاظ کسی کا نہیں ہے تمہیں؟ تو حد ہو گئی۔" منجھلی امی (چچی) وہاں آتی ہوئی تیکھے لہجے میں اس سے مخاطب تھیں۔

"زبان درازی نہیں' بہتان تراشے جا رہے ہیں یہاں۔ اے بی' میں کہتی ہوں' اگر میرا بیٹا چور ہے' اسمگلر ہے' ہیروئن فروش ہے تو کیوں اس سے ملنے کے لیے دوڑی دوڑی چلی آئیں۔" اس کی بات پر ان کے پتنگے لگ گئے تھے۔ مستزاد چھوٹی امی کا اپنی حمایت میں بولنا۔ انہیں اور بھی شیر کر گیا۔ ورنہ تو وہ اس کے منہ قطعی نہ لگا کرتی تھیں۔

"ارے یہاں کون مرا جا رہا ہے؟ آپ کے اس انوکھے لاڈلے سے ملنے کے لیے۔"

"گھر میں اور بھی لڑکیاں ہیں۔ پر مجال ہے' کبھی ان کی اونچی آواز دیواروں سے ٹکرائی ہو۔"

وہ انہیں بولتا چھوڑ کر دھم دھم سیڑھیاں اترتی

For more visit (exponovels.com)

اپنی طرف آئی۔ مما ڈنر کے کھانے کے انتظام کے لیے کچن میں جا چکی تھیں۔ بابا ناشتہ کرتے ہی آفس روانہ ہو گئے تھے۔ گھر میں اب وہ تھی اور تنہائی تھی۔ اس نے فریج سے ٹھنڈا پانی نکالا۔ وہ گلاس پینے کے باوجود اس کے اندر کی آگ کم نہ ہوئی۔ جو بڑی پھوپی کی باتوں نے لگائی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ بدزبان اور بدتمیز تھی، بڑوں کا ادب و احترام کرنا نہیں جانتی تھی یا ان سے زبان درازی اور منہ توڑ جوابات دے کر مسرت محسوس کرتی تھی۔ محبت احترام و مروت اس کے خون میں شامل تھی۔ اس کے والدین نے بھرپور توجہ ان تینوں بہنوں کے بہترین عادات و اخلاق کو مضبوط بنانے پر دی تھی۔ بزرگوں کی تعظیم و عزت، چھوٹوں پر پیار و شفقت نچھاور کرنے کا حکم تو ہمیں ہمارا مذہب بھی دیتا ہے۔ دونوں بڑی بہنیں سمیہ اور جویریہ اپنی پرخلوص طبیعت و خوش مزاجی کے باعث دو سال قبل سسرال کی ہو گئی تھیں اور وہ جو چھوٹی ہونے کے باعث بے انتہا لاڈلی اور ضدی ہو گئی تھی اور کچھ مزاج بھی ہو بہو اپنی مرحومہ دادی جان کا پایا تھا۔ بس اس کی عادت ثانیہ تھی کہ جو پیار سے نرم لہجے میں اپنائیت سے ملا اس کی ازحد گرویدہ ہو کر جان تک وارنے کو ہمہ وقت تیار رہتی اور جو ذرا کسی نے منافقت و نفسا نفسی سے آنکھیں پھیریں (جو کہ اس گھر کی خواتین کا وطیرہ خاص تھا) تو ان کی جان لینے کے بھی درپے ہو جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ مما اور بہنوں کے علاوہ کسی سے اس کی نہ بنتی تھی۔ چچازاد بھائیوں سے خوب ٹھنی تھی۔

✹ —— ✹ —— ✹

"حسنہ! اے حسنہ! چلو بڑے ابو بلا رہے ہیں، کھانا نہیں کھانا کیا؟" عامر باہر سے ہی پکارتا ہوا اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ جہاں وہ صبح ہونے والی جھڑپ کے بعد مقید ہو گئی تھی۔

"کیا مصیبت ہے بھئی؟ اور تم کیوں گدھوں کی طرح چیخ رہے ہو؟ نہیں کھانا مجھے کھانا...؟"

"ہائیں! کل تک تو تم کہتی تھیں میری آواز بہت ہینڈسم ہے۔" وہ بوکھلا کر بولا۔

"غلط تو نہیں کہتی تھی ہینڈسم گدھے کو ہی تو کہتے ہیں۔" اس کی شکل دیکھ کر وہ مسکرا کر بولی۔ وہ اسے گھور کر غصے سے باہر چلا گیا۔ تو اسے فوراً ہی احساس ہوا اپنی غلطی کا کہ اس نے انکار کر کے اچھا نہیں کیا۔ بڑے ابو جو دادا کے بعد اس گھر کے سربراہ تھے۔ بہت اصول پسند اور سخت مزاج واقع ہوئے تھے۔ یہ ان کی بارعب و پرجلال ذات کا ہی اعزاز تھا کہ چاروں بھائی حویلی نما کوٹھی میں ساتھ رہتے آئے تھے۔ بے انتہا اختلافات اور ایک دوسرے سے حسد کے باوجود گھر کی خواتین میں جرأت نہ تھی کہ آپس میں لڑائیاں کریں یا الگ گھر لینے کا سوچیں۔ یہ بات دوسری تھی کہ اندر ہی اندر خاموش سرد جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ مگر بڑے ابو کے سامنے ایسے ظاہر کیا جاتا جیسے ایک دوسرے کے بغیر سانس تک لینا محال ہو۔

"آداب بڑے ابو۔" وہ عامر کے پیچھے ہی تیزی سے آئی تھی کہ اسے بولنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔ گھر میں واحد ہستی وہی تو تھے، جن سے وہ کچھ کچھ خوفزدہ رہا کرتی تھی۔

"کہاں تھیں بیٹا آپ؟ آپ کو معلوم ہے، جب تک دسترخوان کے گرد سب موجود نہ ہوں، مجھ سے کھانا نہیں کھایا جاتا۔ تین دن سے غائب ہیں آپ۔" ان کے نرم لہجے میں بھی بلا کی تپش تھی۔

"بڑے ابو۔ میرے ٹیسٹ ہو رہے تھے اس لیے میں کھانا اپنے کمرے میں کھا رہی تھی۔ آپ ہی تو کہتے ہیں۔ پیپرز کے دوران صرف کمرے تک محدود ہو کر پڑھائی پر توجہ دینا چاہیے۔"

"گڈ۔ اچھی بات ہے۔ ہمیں معلوم ہو گیا تھا۔ اس لیے ہم نے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ چلیں کھانا شروع کریں۔" انہوں نے سالن کی ڈش سے قورمہ اپنی پلیٹ میں ڈالا تو وہ سب جو ان کی وجہ سے ہاتھ روکے بیٹھے تھے۔ اپنی اپنی پسندیدہ ڈشوں پر جھک گئے۔

"عمر کہاں ہیں؟" معاً بڑے ابو کو اس کی کمی محسوس ہوئی تو وہ ہاتھ روک کر بڑی امی سے بولے۔

"وہ سو رہے ہیں۔" بڑی امی دھیمی آواز میں

For more visit (exponovels.com)

بولیں۔

"سو رہے ہیں؟ کھانے کا ٹائم ہے اور وہ سو رہے ہیں؟"

"دراصل بڑے ابو ابھی عمر کو آئے تیسرا دن تو ہے۔ اتنی جلدی ڈے نائٹ کی ٹائمنگ چینج نہیں ہو سکتی۔ کچھ وقت تو لگے گا اسے یہاں کے وقت کے مطابق تبدیل ہونے میں۔" ارسل نے ان کے غصے کے خیال سے جلدی سے صفائی پیش کر دی۔

"اور پھر جب سے آیا ہے۔ کہاں وقت پر آرام کرنے کو مل رہا ہے۔ ماشاء اللہ ملنے جلنے والوں سے ہی فرصت نہیں مل رہی۔" چھوٹی امی شیریں لہجے میں گویا ہوئیں۔

"بہرحال آئندہ اسے سمجھا دیجئے گا۔ اس گھر کے جو اصول ہیں۔" بڑے ابو سخت لہجے میں بولے۔

* — * — *

"اے مس زبان دراز! بڑے ابو کا حکم ہے۔ ان کے لیے گرین ٹی بنا کر لاؤ فٹافٹ۔" وہ ٹی وی لاؤنج میں صوفے پر نیم دراز فلمی گانوں کا پروگرام دیکھ رہی تھی کہ چھوٹی امی کا بیٹا غیب اس کے کان میں آکر اتنی زور سے چیخا کہ وہ اچھل پڑی تھی۔

"جنگلی ہو تم پورے۔ اور تمہاری تو جیسے زبان کٹی ہوئی ہے۔" اسے غصہ دکھ کر وہ چپ کی

"آہا۔۔۔ہا۔ جل گئیں نا؟"

"ہونہہ۔ جلتی ہے میری جوتی۔" اس نے کشن اٹھا کر اس کے کھینچ مارا۔

"ہو ہو بھئی کیا زلزلہ آ گیا کچن میں؟ جو دھم اودھم برتن گرنے اور ٹوٹنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔" منجھلی امی گھبرا کر کچن میں آئی تھیں۔ اور کچن کے فرش پر پڑے نئے ڈنر سیٹ کے کئی برتن کرچیوں کی صورت میں تھے۔ تمام کیبنٹس کھلے ہوئے تھے جن سے تمام مصالحوں اور دوسری اشیاء کے ڈبے باہر نکلے ہوئے تھے اور اس کے درمیان وہ بیٹھی نہ معلوم کیا تلاش کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ فل والیم میں تقریر جاری تھی کچن میں کام کرنے والی ملازمہ اور بشریٰ بھی اس کے ساتھ اٹھ پٹخ میں مصروف تھے۔

"میں کہتی ہوں کیا عذاب آ گیا ایسا جو پورا کچن بکھیر کر رکھ دیا؟ اور یہ نئے ڈنر سیٹ کی ریڑھ لگا دی تم نے تمہارا پھوہڑپن کب ختم ہو گا؟ تمہیں مشورہ کس نے دیا تھا یہاں آنے کو۔"

"گرین ٹی کا پیکٹ پچھلے ہفتے رکھا تھا یہاں میں نے نہیں مل رہا وہ۔"

"ختم ہو گئی۔ پوچھ تو لیتیں پہلے مجھ سے ڈنر سیٹ کو برباد کر کے رکھ دیا۔ نہ معلوم کب تمہارے وجود سے اس گھر کو نجات نصیب ہو گی اس گھر کو تم گھر کب سمجھتی ہو۔"

"یہ گھر مجھے تو چڑیا گھر لگتا ہے۔" اس نے دودھ چولہے پر رکھ کر کافی پھینٹتے ہوئے کہا۔

"چڑیا گھر نہیں عجائب گھر کہو بی بی جہاں تم جیسا عجوبہ ہو گا وہ چڑیا گھر کیسے کہلوایا جا سکتا ہے۔" ریما بالو میں اسکارف باندھتی ہوئی اندر آکر اس سے مخاطب ہوئی۔

"اسے کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے منہ لگنے کی۔ یہ تو ہے ہی زبان دراز۔"

"ٹھیک کہا آپ نے۔" وہ استہزائیہ انداز میں اس کی جانب دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"فی الحال میں اس وقت بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" وہ کپ اور ساسر ریک سے اٹھا کر بولی۔ اسی اثناء میں ریشم تیزی سے اندر داخل ہوئی اور بے دھیانی سے چلتی ہوئی اس کی سینڈل کانچ کے ٹکڑوں سے سلپ ہوئی اور وہ ایک سریلی چیخ مار کر چاروں شانے چت گر گئی۔

"اوہ۔ یہ کچن ہے یا کوڑا گھر۔" وہ جھنجھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ چوٹ اس کے کہیں نہیں لگی تھی۔

"گھر کے علاوہ جو سمجھنا چاہو سمجھ لو۔" ریما جو اسے گرتے دیکھ کر خاصی محظوظ ہوئی تھی۔ اسے پھرتی سے اٹھتے دیکھ کر منہ بنا کر بولی۔

"خیریت تو ہے نا ریشم آپ آج کچن میں کیسے نظر آ رہی ہیں؟" چھوٹی امی نے میٹھے لہجے میں طنز کیا۔

"عمر اٹھ گئے ہیں۔ ان کے لیے کھانا گرم کرنے آئی ہوں۔" وہ عجلت میں چکن ریفریجریٹر کی جانب بڑھی۔

"عمر کے لیے کھانا میں لینے آئی ہوں۔" ریمانے اس کے ہاتھ سے چکن کڑھائی کی ڈش لے لی۔

"جی نہیں۔ عمر کے لیے کھانا میں لے کر جاؤں گی۔" ریحیم نے اس کے ہاتھ سے ڈش چھیننا چاہی۔

"سبحان اللہ۔ کیا وقت آگیا ہے' جو لڑکیاں خود دل کر پانی پینا نہیں جانتیں' آج کام کرنے کے لیے بے قرار ہیں۔ میرا مشورہ مانو' ٹاس کرلو۔ جو جیتے گا' وہ کھانا لے جائے گا۔" حسنہ کافی کپ میں انڈیلتی ہوئی مسکرا کر مشورہ دینے لگی۔

"تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے ہمارے معاملے میں بولنے کی۔ کیے جاؤ خوب بڑے ابو کی چاپلوسی۔ مگر یاد رکھنا' بڑی امی تمہاری دال نہیں گلنے دیں گی۔" ریما حسب عادت تنک کر بولی۔

"میں دال کھانا پسند نہیں کرتی۔ اس لیے بڑی امی کو زحمت کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔" وہ شانے اچکاتی ہوئی کچن سے نکل کر بڑے کمرے میں آگئی جہاں مما کے علاوہ سب گھر کے افراد جمع تھے اور براؤن کارپٹ پر تین بڑے بڑے سوٹ کیس کھلے پڑے تھے۔ بے شمار سامان وہاں بکھرا ہوا تھا۔ شیمپو کی بوتلیں' پرفیومز' کاسمیٹکس' جیولرز' میک اپ کٹز اور دوسرا بے حساب سامان' ٹافیوں' بسکٹ' جیلی' جو بلیز کے لاتعداد پیکٹس' ڈرائی فروٹس اور بے شمار گفٹ پیکٹس کے علاوہ سوٹس اور نامعلوم کن کن چیزوں کے بڑے بڑے پیکٹس سوٹ کیس میں سے جھانک رہے تھے۔ کمرہ خوشبوؤں سے مہک رہا تھا۔ تینوں "امیاں" بکھرے سامان کے درمیان ایسے بیٹھی ہوئی جچ رہی تھیں' جیسے خزانے کے درمیان ناگ بیٹھتا ہے۔ وہ ایک نظر ان پر ڈالتی ہوئی کوچ پر بیٹھے بڑے ابو کی طرف بڑھ گئی۔ اور کافی لانے کی وجہ بتائی کہ کریم لی ختم ہوگئی تھی۔

"جیتی رہو۔" وہ کپ سا سر لیتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولے۔ تمام کزنز وہاں جمع تھے' اور نانیاں' کاجو اور ویفرز کے پیکٹ تھامے مزے سے کھانے میں مصروف ہونے کے ساتھ ہنسی مذاق میں بھی مشغول تھے۔ بڑی چھوٹی امی سب کے گفٹ نکال نکال کر دے رہی تھیں۔ بڑی خوشگوار و خوبصورت محفل تھی۔ سب خوش اور مگن تھے۔ کسی کو بھی مما اور بابا کی کمی محسوس نہیں ہورہی تھی۔ اس کا دل لمحے بھر میں بدگمان ہوگیا' اب سے' یہ کوئی نئی بات نہ تھی' ایسا ہمیشہ ہوتا آیا تھا۔ مما بابا کو یونہی سرد مہری سے نظر انداز کردیا جاتا تھا۔ انہوں نے کبھی بھی احتجاج نہیں کیا تھا۔ مگر جب سے وہ باشعور ہوئی تھی۔ ہر بات کو شدت سے محسوس کرتی تھی۔

"کہاں جارہی ہو بیٹا؟ بیٹھو' عمر سے ملو؟" اسے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب بٹھالیا۔

"اسے خوشی کہاں ہے؟ آج چار دن ہوگئے عمر کو آئے' اگر خوشی ہوتی تو ملتی نا۔" صائمہ اسے دیکھتے ہوئے جو بلی کھاتے ہوئے بولی۔

"یہ کس انداز میں بات کررہی ہیں آپ بہن سے۔ بری بات آپس میں اس طرح گفتگو نہیں کرتے' حسنہ کو خوشی کیوں نہ ہوگی عمر کے آنے کی۔ آپ سب کی طرح وہ بھی ان کے بھائی ہیں۔" بڑے ابو نے اس کی مزاج کی تیزی و تندی محسوس کرکے پیار بھرے انداز میں سرزنش کی۔ وہ خاموش ہی رہی۔

"ہیلو پاپا۔ بلایا ہے آپ نے مجھے؟" اس کے ساتھ ہی پرفیوم کی تیز مہک ہر سو پھیل گئی تھی۔ اسلموک گرے جینز' بلیک وائٹ شرٹ میں ملبوس وہ مکا مکا' نکھرا نکھرا فریش سا اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اور بڑے ابو سے مخاطب تھا۔ شاید وہ ان کے بلانے سے آیا تھا۔

"یہ ہیلو ہائے تو آپ لندن ہی چھوڑ آتے تو اچھا تھا۔ یہاں تو سلام کا رواج ہے۔ بہرحال حسنہ سے ملو۔ پڑھائی کی وجہ سے یہ تم سے مل نہ سکی تھی۔" انہوں نے اس کی طرف اشارہ کیا۔

For more visit (exponovels.com)

"اسلام علیکم یا اہل القبور۔" وہ بہت سنجیدگی سے حسنہ سے مخاطب ہوا تھا۔ اور ضبط کے باوجود عامر اور نجیب بے ساختہ قہقہے لگا بیٹھے تھے' جبکہ دوسرے مسکرا رہے تھے۔

"کیا بدتمیزی ہے؟" بڑے ابو کو حقیقتاً" بڑا غصہ آیا تھا۔

"آپ ہی کہہ رہے ہیں پاپا۔ یہاں سلام کا رواج ہے۔" بہت معصوم لہجے میں وضاحت ہوئی۔

"میرے بھائی۔ یہ سلام مردوں کو کیا جاتا ہے' جب قبرستان جاتے ہیں یا وہاں سے گزر ہوتا ہے' اہل القبور کا مطلب ہے' قبروں میں رہنے والو۔" نجیب نے ہنستے ہوئے سمجھایا۔

"اوہ' سوری' ویری سوری۔ اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکتہ۔" وہ مسکینی سی صورت بنا کر حسنہ سے مخاطب تھا۔ اس کی شریر نگاہیں تفصیل سے اس کے سرخ چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام۔" بڑے ابو کی وجہ سے وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔ ورنہ ایسے کرارے جواب دیتی کہ موصوف کے ہوش ٹھکانے لگ جاتے۔ کاش بڑے ابو اس وقت نہ ہوتے' اس نے دانت بھینچ کر سوچا۔ جبکہ وہ اسے نظر انداز کر کے بڑی امی کی طرف بڑھ گیا۔ اور اپنے ہاتھ سے کزنز میں گفٹس تقسیم کرنے لگا۔ ریما اور ریشم اندر آ گئیں تھیں۔ دونوں نے کھانے کا اس کو بولا تھا۔ مگر اس نے انکار کر دیا تھا۔ پھر وہ چاروں ہی جیسے اس کے اردگرد بیٹھ گئیں اور اس سے گفٹس وصول کر کے پھولی نہ سما رہی تھیں۔ وہ بڑے ابو کی وجہ سے مجبوراً" بیٹھی تھی۔ ورنہ اسے وہاں لوگوں یا سامان سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اور اس سے تو وہ حد درجہ بدظن و متنفر ہو گئی تھی' جس نے پہلی ملاقات میں ہی امپریشن غلط ڈالا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا۔ اسے گفٹ نہیں لینے۔ آخر کو تھا کس کا بیٹا؟ بڑی امی کا' جو اس کی دشمن نمبر ون تھیں۔

"حسنہ کا گفٹ کہاں ہے؟" اسے باری باری سب کو گفٹس دینے کے بعد دوستوں کے لیے گفٹس نکالتے دیکھ کر بڑے ابو سے رہا نہ گیا تو وہ بول اٹھے۔

"ارے حسنہ تو مجھے یاد ہی نہیں تھی۔ سوری میں اس کے لیے گفٹ لانا بھول گیا۔ دراصل ان سب نے جو سامان مجھے لکھ بھیجا تھا وہ میں لے آیا۔ انہوں نے تو نہ کبھی کال کی اور نہ لیٹر لکھا۔ اس لیے میں تو بھول ہی گیا تھا کہ ایک عدد حسنہ نامی کزن بھی گھر میں وجود رکھتی ہیں۔"

"نو تھینکس۔ مجھے کسی تحفے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاپا میرے لیے اتنا کچھ لے آتے ہیں کہ مجھے کسی کو کال یا لیٹر کے ذریعے اپنے وجود کا احساس دلانے یا فرمائش کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ ہونہہ۔" وہ جو بہت دیر سے بھری بیٹھی تھی' اس کے تمسخرانہ لہجے کو برداشت نہ کر پائی اور غصے میں جواب دیتی ہوئی وہاں سے نکل آئی۔ غصے میں اسے ابو کی بھی پرواہ نہ تھی۔

* * *

"ارے بیٹا اتنا تکلف کیوں کیا؟ آپ آ گئے۔ اس سے زیادہ خوشی کب ہو سکتی ہے۔ یہ تحفے؟ کیا ضرورت تھی ان کی؟" ربیعہ نے مسکراتے ہوئے انکساری سے سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے پیکٹوں کی طرف اشارہ کیا۔ جو ابھی عمر لے کر ان کے پاس آیا تھا۔

"آنٹی جان۔ یہ چھوٹے موٹے تحفے دل کی خوشی سے وابستگی ظاہر کرتے ہیں۔ ورنہ محبتوں کے لازوال وجود کے آگے کوئی حیثیت نہیں ہے ان کی۔" وہ خوش مزاجی سے گویا ہوا۔

"یہ چھوٹے تحفے ہیں؟ اس سلک کی ساڑھی کی قیمت یہاں کم از کم ہزاروں میں ہو گی۔" وہ بلو سلک کی منقش کے کلم والی ساڑھی ہاتھوں میں لے کر استفہامیہ انداز میں کہنے لگیں۔

"اس کی اصل قیمت تو تب ادا ہو گی جب آپ اسے زیب تن کریں گی۔ ورنہ بہت بے قیمت سی ہے یہ۔" وہ صوفے پر بہت اطمینان سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔

"پہچانا نہیں گیا ابھی آپ کا؟ اچھا بتائیں کیا

For more visit (exponovels.com)

کھائیں گے؟" وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

"فی الحال تو کچھ بھی نہیں۔ انکل آجائیں تو کولڈ کافی بنایئے گا۔ سبی اپی اور جویریہ کیسی ہیں؟ سبی آپی سے دو تین مرتبہ لندن میں ملاقات ہوئی ہے۔ وہ حسام بھائی کے ساتھ آئی تھیں۔ جویریہ سے بھی ایک دفعہ سڈنی میں دو سال قبل ملاقات ہوئی تھی۔ میں بزنس کے سلسلے میں گیا ہوا تھا۔ وہ بھی ہنی مون وزٹ پر آئی تھی۔ اپنے شوہر کے ساتھ۔"

"ہاں اللہ کا بڑا احسان ہے۔ دونوں بہت خوش ہیں اپنے گھروں میں' جویریہ دو ماہ قبل ہی تو گئی ہے۔ بحلہ ناز آئی تھی۔ جڑواں بیٹے ہوئے ہیں اس کے۔ ماشاء اللہ بہت پیارے ہیں۔" بیٹیوں نواسوں کے ذکر پر ان کے چہرے پر ممتا کا نور سا بکھر گیا تھا۔

"مبارک ہو آنٹی۔ انکل کب تک آجائیں گے؟ گھر بہت سونا ہو رہا ہے۔"

"آتے ہی ہوں گے اب۔ گھر کی فضا تو یونہی ویران اور خاموش رہنے لگی ہے۔ سبی اور جویریہ دونوں ہی گھر میں ہلہ گلہ کیے رکھنے کی عادی تھیں۔ دونوں کا لوگوں سے ملنا ملانا بھی بہت تھا۔ مہمانوں سے گھر میں رونق رہا کرتی تھی' ان کے زمانے میں' مگر ان کے بعد تو گھر ہے اور خاموشیاں اور سناٹے ہیں۔ حسنہ ان دونوں سے بہت مختلف ہے بلکہ مزاج میں ان کی ضد ہے۔ بہت آدم بیزار اور خبطی سی لڑکی ہے۔ ایک بات بھی اپنے مزاج کے خلاف برداشت نہیں کرتی۔ گھر میں رہے گی تو ٹیلی ویژن پر مختلف چینلز گھماتی رہے گی یا کتابوں میں گم رہے گی۔"

"میرے خیال میں گھر میں کوئی لڑکی بھی ایسے مزاج کی نہیں ہے؟"

"ہاں۔ سب سے الگ مزاج پایا ہے اس نے۔" انہوں نے ایسے انداز میں ہامی بھری جیسے کسی جرم کا اقرار کر رہی ہوں۔ اس کے مستقبل سے وہ بہت پریشان تھیں۔ اس کے مزاج کی وجہ سے۔

✵ — ✵ — ✵

چاند کی شفاف روپہلی چاندنی ہر سو چٹکی ہوئی تھی۔ ستاروں سے بھرا آسمان کسی دوشیزہ کے ستاروں سجے دوپٹے کی طرح جگمگا رہا تھا۔ فضا رات کی رانی کے پھولوں سے لدی خوشبو دار شاخوں سے معطر تھی۔ موتیا کے پھولوں سے ہوائیں مہک رہی تھیں۔ وہ لائٹ پنک سندھی کڑھائی کے کاٹن کے شلوار سوٹ میں ہم رنگ بینڈ لگائے بڑا سا کلف لگا دوپٹہ گلے میں ڈالے وہ ایک مشہور مصنف کے سفرنامے کا بہت محویت سے مطالعہ کر رہی تھی۔ ان کا طرز تحریر اسے شروع سے بے حد پسند تھا۔ اور اس سفرنامے میں تو اس کے پسندیدہ موضوع اکثریت سے موجود تھے۔ بجتے جھرنے' گرتے آبشاروں' نہروں' باغات' سرسبز و شاداب وادیاں' خوبصورت و ماورائی حسن رکھنے والے زبردست نظارے اور سب سے دلکش وجود رکھنے والی پریوں کا تذکرہ۔ جو اس کی پسندیدہ شخصیات میں شمار ہوتی تھیں۔ اور جنہیں دیکھنے کی خواہش بچپن سے آج تک موجود تھی۔ بڑی شدت کے ساتھ اور "نانگا پربت" میں پریوں کا ذکر اکثریت سے تھا کہ کچھ لوگوں کے بیانات کے مطابق انہوں نے پریوں کو دیکھا تھا۔

سفرنامہ وہ کئی بار پڑھ چکی تھی' مگر پسندیدہ موضوعات و بھرپور عکاسی کرتی تحریر میں ایسا جادو تھا کہ وہ اکثر فرصت ملتے ہی اسے لے کر بیٹھ جاتی تھی اور خیالوں ہی خیالوں میں رائٹر کے ساتھ ان تمام مقامات کی سیر کرتی تھی' اسی لیے دماغی طور پر وہ ماحول سے غائب رہتی تھی۔

"ارسل میں ابھی آیا۔" عمر جس کی نظر لان میں موتیے اور رات کی رانی کے پیڑوں کے درمیان سنگ مرمر کی بینچ پر بیٹھی مطالعہ کرتی حسنہ پر پڑی تو وہ کار کی چابی اس کی طرف اچھال کر بولا۔ ایک عرصے سے وہ اس سے بات کرنا چاہ رہا تھا مگر وہ موقع کہاں دیتی تھی۔

"خیریت؟ اچھا تم حسنہ کے تعاقب میں ہو۔ مگر سنبھل کر رہنا' چار ہزار چار سو وولٹ کرنٹ اس میں دوڑتا رہتا ہے۔ یہ ریما اور ریشم کی کیٹیگری کی نہیں ہے۔"

"میری قسمت کرو۔ میں مکمل الیکٹرک ہاؤس

For more visit (exponovels.com)

ہوں۔" وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس تک پہنچ گیا۔ اس کے مخصوص پرفیوم کی مہک کی وجہ سے اس نے کتاب سے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ بہت اطمینان سے اس کے قریب بیٹھ چکا تھا۔ مکمل اعتماد تھا اس کے انداز میں۔

"کیا مطلب؟ کس کی اجازت سے آپ یہاں بیٹھے ہیں؟" وہ برے تحکم سے بولی چیخی۔

"تم اتنی خفا کیوں ہو رہی ہو؟ ناراض ہو مجھ سے؟" اس کے اطمینان میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔

"میں کیوں خفا ہونے لگی؟ خوامخواہ۔" وہ تیوری چڑھا کر بولی۔

"تمہارے لیے گفٹ نہیں لایا تھا نہ اس لیے۔ مگر تم ناراض نہ ہو۔"

"میں کیوں ناراض ہونے لگی؟ ناراض ہوتی ہے میری جوتی، مجھے کسی گفٹ کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یہ تمہارا غصہ ہی تو ناراضگی کی علامت ہے۔ چلو غصہ چھوڑو۔ فی الحال میری طرف سے اسے تحفہ سمجھ کر قبول کرلو۔ بزنس ٹور پر جاؤں گا تو گفٹ لے آؤں گا۔" اس نے اپنے گلے سے چم چماتی گولڈ کی چین اتاری جس کے درمیان میں اس کے نام کے الفابیٹس تھے تھے ڈائمنڈ میں چمک رہے تھے۔ اتار کر اس پھرتی سے اس کے گلے میں پہنائی کہ وہ اسے روک نہ سکی۔ اس نے بھی کمال کی پھرتی دکھائی تھی۔

"واہ۔ ویری بیوٹی۔" اس نے توصیفی نگاہیں اس کے گلے پر ڈالیں۔ جہاں وہ الفابیٹس چین چم چمارہی تھی۔ اور اس کی نازک گردن میں حسین لگ رہی تھی۔

"ارے... اے۔ تمہیں ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی؟" وہ شیرنی کی طرح دھاڑنے لگی۔ مگر وہ رکا کہاں تھا۔ چھلاوے کی طرح منٹوں میں چھلانگیں مارتا غائب ہو گیا تھا۔

٭ —— ٭ —— ٭

"عمر بیٹے! کچھ ڈھونڈ رہے ہیں آپ؟" بڑی امی بلو لیڈ وائٹ دھاریوں والے ٹریک سوٹ میں ایکسرسائز کرتے عمر سے مخاطب ہوئیں۔

"نہیں امی وہ..."

"مجھ سے مت چھپاؤ۔ اسی کی تلاش تھی نا تمہیں؟" وہ اس کی آنکھوں کے سامنے گولڈ کی اس کے نام والی چین لہراتی ہوئیں پر مسرت لہجے میں بولیں۔

"یہ... یہ... یہ کہاں سے ملی آپ کو؟" وہ حواس باختہ سا جلدی سے ان کے ہاتھ سے وہ چین لے کر غور دیکھتا ہوا بولا۔ سو فیصد وہی چین تھی، جو رات کو اس نے حسنہ کے گلے میں پہنائی تھی۔ مگر ان کے پاس کہاں سے آگئی۔ وہ سخت متعجب تھا۔

"بس قسمت اچھی تھی جو مل گئی۔ صبح نماز پڑھنے کے بعد چہل قدمی کے لیے لان میں آئی تو بینچ پر بیٹھے ہوئے اس کے چمکتے ہیروں پر نظر پڑ گئی۔ میں نے جھک کر دیکھا تو وہ سونے کی چین تھی، جس میں تمہارے نام کے حروف چمک رہے تھے۔ میں نے فوراً" اٹھالی۔ یہ کچھ لیا دیا کام آگیا۔ ورنہ کوئی بھی نہ دیتا۔ خالص سونے کی اصلی ہیروں کی چین ہے۔ بیٹا سنبھال کر رکھا کرو اپنی چیزوں کو "آج کل کسی کا بھروسہ نہیں کر سکتے۔" وہ اسے ہدایت دیتی ہوئی چلی گئیں۔ وہ کشمکش و پیچ میں پڑ گیا۔ چین دانستہ پھینکی گئی تھی یا بے دھیانی میں گر گئی تھی؟ مگر اس کا لاک تو اسپیشل ڈبل تھا گر تو نہیں سکتی۔ پھر مطلب واضح ہے۔ چین دانستہ پھینکی گئی تھی۔ اف اتنی مغرور اور بے حس لڑکی۔

٭ —— ٭ —— ٭

"ہیلو، جویریہ آپی کیسی ہیں؟ اور وہ دونوں چھوٹو موٹو؟ فرسٹ کلاس، اچھا دلہا بھائی کو سلام کہیے گا۔ ہاں ہاں ہم سب بھی خیریت سے ہیں۔ مما، بابا، میں، ہم سب۔" وہ ریسیور پکڑے زور و شور سے گفتگو کرنے میں مصروف تھی۔

"ہاں عمر بھائی آگئے ہیں۔ بڑی امی اور زیادہ خوشی سے فٹ بال بن گئی ہیں۔ اور تمہیں راز کی بات بتاؤں۔ بہت بڑے اسمگلر بن گئے ہیں وہ۔ نہیں بجی میں گپ کیوں لگاؤں گی۔ مجھے تو لگتا ہے ڈاکے وغیرہ بھی خوب مارے ہیں وہاں۔ جبھی سوٹ کیسوں میں سارا

For more visit (exponovels.com)

لندن بھر کرلے آئے تھے۔ مجھے تو یقین ہے آپی۔ یہ بزنس کا تو نام ہے' اندر چکر کچھ اور ہے۔ آپ خود سوچیں' جو بندہ پڑھنے جائے' وہ بزنس کس طرح کر سکتا ہے اور بزنس بھی ایسا جو ملکوں تک پھیلا ہو۔ یہ معاملہ گڑبڑ ہے۔ بہت سارے گفٹ دیئے ہیں۔ امی نے صرف ساڑھی ہی کھولی تھی۔ میں نے دوسرا کوئی پیکٹ کھولنے نہیں دیا۔ یہ سب حرام کی کمائی کا ہوگا۔ میں نے وہ ساری چیزیں کارٹن میں بند کرکے اسٹور میں رکھ دی ہیں۔ ہم کیوں ذرا سے لالچ میں گناہ گار بنیں۔ مما تو نہیں مان رہی تھیں مگر میں نے بھی کہہ دیا' انہوں نے حرام کے مال کو ذرا بھی ہاتھ لگایا تو میں ان کے ہاتھ کا پکا کھانا چھوڑ دوں گی۔ تب کہیں جاکر وہ مانی ہیں۔"

"مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی ہے۔ مجھے بھی گولڈ کی ڈائمنڈ کی چین دی تھی۔ مگر میں تو جانتی ہوں نا اس کی اصلیت۔ مجھے ایسا لگا جیسے میرے گلے میں سانپ اور بچھو ڈال دیئے گئے ہیں' میں تو وہیں لان میں پھینک کر آگئی تھی۔ سچ مجھے تو کچھ بدچلن بھی لگتے ہیں۔"

"میں میرے ساتھ تو کوئی بدتمیزی نہیں کی۔ کرکے تو دیکھیں' چھٹی کا دودھ یاد کرادوں گی۔"

"منجھلی اور چھوٹی اماں میں آج کل زبردست مقابلہ ہو رہا ہے' صائمہ اور ریم سگھڑ بیبیاں بنی ہوئی ہیں' ریما اور فرح بڑی امی کا سارا کام سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہ سب اس لندن ریٹرن اسمگلر کے لیے ہو رہا ہے۔ مگر دیکھ لینا وہ پھول پھول منڈلانے والا "تتلا" کسی کے ہاتھ نہیں آنے والا۔ ہاں۔" وہ اردگرد سے بے نیاز خوب تیز لہجے میں بات کر رہی تھی۔

"کس کا فون تھا؟" ربیعہ اندر آتی ہوئیں اسے ریسیور رکھتے دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

"پنڈی سے آپی کا تھا۔ مگر ابھی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ لائن ڈسکنیکٹ ہوگئی۔"

"اچھا۔ کیا کہہ رہی تھی؟ سب خیریت تو ہے؟ دونوں بچے کیسے ہیں؟"

"ہاں۔ ہاں' سب خیریت سے ہیں۔ پوچھ لیا تھا میں نے پہلے ہی۔"

"عمر کیا کہہ رہے تھے؟"

"عمر بھائی کب؟"

"ابھی کچھ دیر پہلے تمہارا پوچھ رہے تھے' میں نے کہہ دیا لان میں ہو' وہ ادھر ہی آئے تھے۔"

"نہیں مما۔ وہ نہیں آئے۔ میں تو یہاں سے کہیں گئی ہی نہیں ہوں۔" وہ اطمینان سے بولی۔

✹ ✹ ✹

"ارے' اتنا غصہ؟ خیریت تو ہے نا؟" عامر اور منیب اس کی جانب دیکھ کر حیرانگی سے بولے۔

"یہ جو حسنہ ہے' کوئی سائیکی کیس ہے؟" غصے کی شدت سے اس کا وجیہہ چہرہ قندھاری انار جیسا ہو رہا تھا۔

"حسنہ؟ سائیکی کیس' کیا اس نے تمہیں کچھ کہہ دیا؟"

"کچھ؟۔۔۔" اس نے ایک لمحے رک کر اپنے بکھرے تنفس پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"کچھ' یعنی' بہت کچھ کہہ دیا ہے' مگر کہا کیا ہے؟ بتاؤ تو سہی۔"

"لگتا ہے' بچپن کی طرح ابھی بھی اس کی اپر اسٹوری میں بھس بھرا ہوا ہے۔"

"لیکن ہوا کیا؟ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حسنہ کی اپر اسٹوری ہمیشہ سے مقفل رہتی ہے۔"

"دماغ درست کردوں گا میں اس کا۔ سمجھتی کیا ہے خود کو؟" ان دونوں کو حیران چھوڑ کر وہ چلا گیا۔

✹ ✹ ✹

"کال بیل مسلسل بج رہی تھی۔ مگر ہمیشہ کی طرح کسی کو بھی دروازہ کھولنے کی توفیق نہ ہوئی تھی۔ کھانے کے بعد دوپہر کو سب ہی اپنے کمروں میں آرام کرتے تھے۔ ملازمین بھی کوارٹرز میں چلے جاتے تھے۔ اگر ایسے میں کوئی آجاتا تو اسے دروازے کے پیچھے کافی دیر انتظار کرنا پڑتا تھا۔ پھر گیٹ ربیعہ کھولتیں یا حسنہ کو یہ ناگوار فریضہ انجام دینا پڑتا۔ ان کا پورشن گیٹ سے قریب تھا۔ اس لیے شاید دوسرے لوگوں نے یہ چوکیداری کے فرائض بلاتکلف ان کے کھاتے میں

For more visit (exponovels.com)

ڈال دیئے تھے۔

"ارے کون منحوس ہے؟ اعلیٰ نسل کا وحشی۔ اتنی دیر ہو گئی بیل بجاتے ہوئے۔ اگر دروازہ نہیں کھل رہا تو واپس لوٹ جائے۔ مگر نہیں بھئی بھری دوپہر میں جب تک کسی کی نیند خراب نہ کردیں سکون نہیں ملتا لوگوں کو۔ اور گھر والے تو لگتا ہے سارے فوت ہوجاتے ہیں دوپہر کے وقت۔" وہ جو ابھی جامعہ سے آکر سونے کے لیے لیٹی تھی 'بیل کی مسلسل آواز پر غصے سے بھری کمرے سے نکل آئی تھی۔ رمیہ گھر میں نہیں تھیں ورنہ وہ اسے زحمت نہیں دیتی تھیں کہ اس کی زبان دودھاری تلوار ہوجاتی تھی۔ اس وقت جب اسے نیند چھوڑ کر کوئی کام کرنا پڑتا تھا۔ اس وقت بھی قدموں سے تیز اس کی زبان چل رہی تھی۔

"کون ہے؟" اس نے اس غضبناک انداز میں دروازہ کھول کر کہا کہ وہ نوارد جو اس کی قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبان سن کر بھاگنے کی ہی کر رہا تھا کہ "کون" کی آواز سن کر اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔

"م... میں... منحوس... نہ... نہیں شریف ہوں۔" وہ بے چارا اس کے انداز پر حد درجہ بوکھلا گیا تھا۔

"شریف ہو؟ مگر مونچھوں سے بدمعاش لگ رہے ہو۔ بلکہ ڈاکو۔" وہ اس کا جائزہ لیتی ہوئی بولی۔

"جی؟" اس نے پریشانی سے اپنی گھنی اور لمبی سیاہ مونچھوں پر ہاتھ پھیرا۔

"مونچھیں دیکھیں ہیں کبھی شیشے میں آپ نے اپنی؟"

"جی؟ جی نہیں۔" وہ عجیب ہونق لگ رہا تھا۔

"جبھی اتنی خوفناک مونچھیں ہیں۔ اصل میں آدمی کی پہچان ہوتی ہی مونچھوں سے ہے۔ جن کی گھنی مونچھیں ہوں اور اتفاق سے آس پاس کالا مسہ بھی ہو تو سمجھ لیں وہ تو "پکا پکا" بدمعاش ہے۔ کیونکہ ہماری فلموں میں تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر خوش قسمتی سے ان دو خصوصیات کے ساتھ وہ گنجا بھی ہے تو سونے پر سہاگہ والی بات ہے۔ پھر تو گویا اسے بدمعاشی کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔ اور اگر مونچھیں آپ کے جیسی ہوں یعنی گھنی ہونے کے ساتھ لمبی بھی ہوں تو میں شرطیہ کہہ سکتی ہوں' وہ ڈاکو ہے۔ کیونکہ ڈاکو بننے کے لیے آپ جیسی مونچھیں ہونا لازمی ہے۔ ہاں اگر آپ نے ان مونچھوں سے اسی طرح بے رخی اور لاپروائی برتی تو مجھے کچھ عرصے بعد یہ ڈاکو کی نہیں کسی جن کی مونچھیں لگیں گی۔ اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی آپ کو پکڑ کر جن سمجھ کر بوتل میں قید کردے۔ اور آپ۔"

"بس 'بس فار گاڈ سیک۔ میں ابھی جاکر ان مونچھوں کو کٹوا دیتا ہوں۔" وہ گھبرا کر گویا ہوا۔

"اب اتنی بھی ہلکی نہ کروائیے گا کہ چارلی چپلن کی مونچھیں لگیں۔ ورنہ آپ چلتا پھرتا لطیفہ بن جائیں گے لوگوں کے لیے۔" وہ اتنے اطمینان سے مشورے دے رہی تھی۔

"جی... جی... جی۔ پلیز مجھے معلوم نہیں تھا۔ آپ عمر کو میسج دے دیجئے گا کہ مال کل شپ کے ذریعے پورٹ پر پہنچ رہا ہے۔ ہوشیاری سے ریسیو کرے۔ سنا ہے یہاں پولیس بہت تنگ کرتی ہے۔"

"اچھا... اچھا۔ آپ عمر بھائی کے ساتھ بزنس میں ہیں؟ اچھا اسمگلر بھی ہیں یعنی اضافی خوبی۔ مال' شپ' ہوشیاری' پولیس' اوہ میرا قول درست نکلا۔"

"جی کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ میں نے سنا نہیں۔" اس کی آخری بڑبڑاہٹ کافی دھیمی تھی۔

"سنئے۔ آپ لوگ کس چیز کی اسمگلنگ کرتے ہیں؟"

"کیوں تم بھی ہمارے ساتھ اسمگلنگ میں حصہ لینا چاہتی ہو؟" عمر جو کافی دیر سے پردے کے پیچھے کھڑا اس کی بکواس سن رہا تھا' ایکدم ہی سامنے آتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔

"اللہ نہ کرے' لعنت بھیجتی ہوں۔ ایسے لوگوں پر بھی۔" وہ کھٹ کھٹ کرتی اندر غائب ہوگئی۔

"اوہ۔ شی از مینٹل؟" شریف ابھی تک حواس باختہ تھا۔ اس کے ساتھ لیونگ روم میں آتے ہوئے بولا۔

For more visit (exponovels.com)

"وہ پاگل نہیں ہے پاگل بنا دینے والی ہے۔" عمر اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"نہیں یار، بخدا مجھے ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے جیسے ہی میں باہر نکلا، پولیس مجھے ڈاکے ڈالنے کے کیس میں اریسٹ کرے گی۔ میں خود کو ڈاکو 'ڈاکو' لگنے لگا ہوں۔" شریف کے لہجے میں کچھ اتنی بے ساختگی و پریشانی تھی کہ عمر اس کی شکل دیکھ کر بے اختیار قہقہہ لگا بیٹھا تھا۔

* — * — *

"ہیلو۔ نشاء میں بول رہی ہوں۔ ہاں، بس ایسے ہی نہیں آ سکی۔ آج موڈ نہیں تھا۔" وہ ریسیور ہاتھ میں پکڑے اپنی اکلوتی عزیز ترین دوست اور کلاس فیلو نشاء سے بات کر رہی تھی۔ عمر جو لالی سے گزر رہا تھا، اسے زور و شور سے گفتگو کرتے دیکھ کر رک گیا۔

"نہیں کل تو انشاء اللہ ضرور آؤں گی۔ عمر بھائی کا پوچھ رہی ہو؟ بالکل ٹھیک ہیں وہ۔ اور سنو میں نے تمہیں بتایا تھا نہ کہ مجھے شک ہے وہ کوئی "ایسا ویسا" کام ضرور کرتے ہیں۔ تو وہ شک کل سچ نکلا۔ کل ان کا دوست ان سے ملنے آیا تھا۔ بس، اس کی مونچھیں دیکھ کر میں کھٹک گئی کہ وہ ڈاکو ہے۔ مگر وہ تو اسمگلر بھی نکلا۔ رئیلی میرا دل چاہ رہا ہے، پولیس کو انفارم کر دوں مگر پاپا اور بڑے ابو کا ڈر ہے۔ وہ کیسے یہ صدمہ برداشت کر پائیں گے؟"

"نہیں بھئی ایسا ہرگز مت کرنا۔ ایسے اسمگلر اور جرائم پیشہ لوگ بہت بے رحم اور سفاک ہوتے ہیں۔ مکھی کی طرح مار کر پھینک دیتے ہیں۔ پلیز تم ایسی بن جاؤ، جیسے کچھ جانتی ہی نہیں ہو۔ مجھے تمہاری زندگی عزیز ہے۔" دوسری طرف سے نشاء کی پیار بھری تشویش زدہ آواز ابھری۔

"مجھے مار ڈالنا کوئی آسان کام نہیں ہے نشاء۔" وہ شوخی سے اکڑ کر گویا ہوئی۔

"اسٹوپڈ، ضروری نہیں ہے، جان سے ہی مارا جائے، لڑکی کی عزت تو جان سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور ایسے لوگ جو اتنے بے باک و آزاد معاشرے میں رہ کر آتے ہیں تو حیوان بن جاتے ہیں۔ میں نے بتایا تھا نہ میرا کزن بھی پیرس سے آیا تھا پچھلے مہینے، شروع شروع میں تو بہت شریف بنا رہا کہ میری طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ لیکن ایک دفعہ گھر میں کوئی نہ تھا۔ میں تنہا تھی اور بارش ہو رہی تھی جس کی وجہ سے لائٹ بھی چلی گئی تھی۔ وہ چلا آیا۔ میں نے کہا سب گھر والے آپ کی طرف گئے ہیں۔ گھر میں میں تنہا ہوں۔ آپ کو نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں نے ڈر کر اس کی طرف دیکھا تو مجھے معلوم ہوا اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔ وہ کچھ لڑکھڑا بھی رہا تھا۔ میں سمجھ گئی۔ وہ نشے میں ہے۔"

"اچھا سنو، جو نشہ کرتے ہیں ان کی آنکھیں لال ہوتی ہیں؟" وہ اس کی بات کاٹ کر پوچھنے لگی۔

"ہاں، بالکل، ایسے لوگ جو ایسے ماڈرن ملکوں میں وقت گزارتے ہیں، ڈرنک تو پانی کی طرح کرتے ہیں۔ اور ان میں ہر غیر اخلاقی برائیاں موجود ہوتی ہیں۔ وہ کسی رشتے کے تقدس کو نہیں مانتے۔ میں تو بچ گئی تھی اپنے کزن سے کسی دعا سے، مگر تم سنبھل کر رہنا۔ کیونکہ تمہارا کزن تو پکا بدمعاش ہے۔ جب وہ چین تمہارے گلے میں ڈال سکتا ہے تو۔"

"ارے چھوڑو۔ میں تمہاری طرح تھوڑی ہوں۔ جو صرف کزن کا سر پھاڑ کر خوش ہو گئیں۔ ارے بھی میلی نگہ سے میری طرف دیکھے تو سہی۔ اسی وقت ساری عیاشی نکال دوں گی۔ بہت بری بلا ہوں میں۔ لیکن تمہاری بات درست ہے، مجھے ہوشیار رہنا چاہیے۔ عزت سے قیمتی چیز کوئی نہیں ہے۔ اوکے، اللہ حافظ، میں کل جامعہ ضرور آؤں گی۔" اس نے ریسیور کریڈل پر رکھا۔ اب اسے نئی فکر نے گھیر لیا کہ عمر کی آنکھیں دیکھی جائیں۔ تاکہ معلوم ہو وہ نشہ کرتا ہے یا نہیں؟ اگر آنکھیں لال ہوئیں سمجھو مکمل بگڑا ہوا ہے۔ بڑی ائی کو غرور کی سزا تو ملنی چاہیے۔ بہت ناز اور غرور ہے انہیں اپنے اکلوتے بیٹے پر۔ وہ سوچتی ہوئی فون اسٹینڈ سے آگے بڑھی تو سامنے عمر کو دیکھ کر ٹھٹک گئی، جو دروازے کے درمیان کھڑا سرخ انگارہ آنکھوں

For more visit (exponovels.com)

سے اسے گھور رہا تھا۔ اتفاقاً آج بھی اس نے اس کی فون کال سن لی تھی۔ حسنہ کے ایک ایک لفظ نے اس کے اندر انگارے دہکا دیے تھے۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟ راستہ چھوڑیں۔" اس کی سرخ آنکھوں میں نہ جانے کیسی سرد مہری تھی کہ وہ از حد دلیر، منہ زور، لڑاکا ہونے کے باوجود ایک لمحے کو گھبرا گئی تھی۔ دوسرے اس بات کی گواہی اس کی سرخ آنکھوں نے دیدی تھی کہ وہ نشے میں ہے۔

"تم سمجھتی کیا ہو خود کو، بہت پارسا، نیک اور عقلمند؟" وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے غرایا۔

"میں ہوں۔ مجھے سے کیا مراد ہے، اور دیکھیے میری طرف بڑھنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔"

"کیوں کیا کرلو گی تم؟" وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے زہر خند لہجے میں بولا۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ، ورنہ میں ابھی چیخ چیخ کر سب کو بتاؤں گی کہ آپ کی اصلیت کیا ہے؟"

"بتاؤ" تاکہ میں بھی تو سنوں میری اصلیت کیا ہے؟"

"سمگلر ہیں آپ، اور..... شرابی بھی۔" قبل اس کے عمر سنبھلتا۔ وہ پھرتی سے دانت اس کی کلائی میں گاڑھ بیٹھی۔ حملہ اتنا اچانک تھا کہ اس نے بوکھلا کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ ہوا کی طرح لابی سے نکل گئی۔ اس نے ایک لمحے کو اپنے ہاتھ کی پشت کو دیکھا۔ سیاہ روئیں زدہ مضبوط سفید ہاتھ پر اس کے دانتوں کے نشانات سرخ سرخ دائرے کی صورت میں ابھر آئے تھے۔ جس میں شدید جلن ہو رہی تھی۔ اس کا جنون، غصہ، غائب ہو گیا، گلابی لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

* — * — *

"میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ مجھلی اور چھوٹی دونوں بیمار ہیں، اور تمہیں پنڈی جانے کی سوجھ گئی۔" بڑی امی قریب بیٹھی ربیعہ سے ناگوار لہجے میں مخاطب ہوئیں۔

"مجھے بھی احساس ہے بڑی بھابی۔ مگر ممتا سے مجبور ہوں۔ جویریہ کو یرقان ہو گیا ہے جو بے پروائی میں بگڑ گیا ہے۔ اور آپ کو تو معلوم ہے یہ کتنا خطرناک مرض ہے۔ اب امان بیٹے کا کوئی بزرگ تو ہے نہیں، جو دیکھ بھال کرے، جڑواں بچوں کا ساتھ، تنہا گھر اور بچوں کی ذمہ داری۔ اور بیماری، کل فون کیا تھا امان بیٹے نے، بہت پریشان ہے وہ گھر کا انتظام بکھر گیا ہے۔"

"تو میں نے بھی کہا تھا۔ ربیعہ پہلے سوچ لو۔ لڑکے کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ ایسے گھر میں لڑکی کو بہت پریشانی ہوتی ہے۔ خصوصاً جب کوئی بیماری وغیرہ آجائے تو کوئی دوسرا پانی کا گلاس پکڑانے والا بھی نہیں ہوتا ہے۔ مگر تم بھی یہ سوچ کر خوش تھیں کہ نہ ساس سسر کی جھنجھٹ نہ دیور نندوں کی چخ چخ۔ تمہارا راج کرے گی۔ مگر دیکھ لو۔ آج اسے ضرورت پڑ رہی ہے نا؟" مجھلی چچی نے ہزار بار دہرایا ہوا جملہ دہرایا۔

"بھابی! یہ تو اللہ کی مرضی تھی۔ ان کا جوڑا امان کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ حالانکہ میں نے تو انکار کر دیا تھا۔ مگر بڑے بھائی کو امان پسند آگئے تھے۔ میں نے امان کا ایسا گھر نہیں دیکھا تھا۔ اب سمیہ بھی تو بھرے پرے سسرال میں رہ رہی ہے اور بہت خوش ہے۔ جویریہ بھی بہت اچھی رہ رہی ہے، بنگلہ، نوکر، چاکر، بچے، آسودگی، خوشحال اور امان بھی بہت چاہتے ہیں۔ مجھے تو ان کی بیماری کی وجہ سے جانا پڑ رہا ہے۔ دراصل صادق بھی دو ماہ کے لیے کویت جا رہے ہیں اس لیے میں سوچ رہی تھی حسنہ کو بھی ساتھ لے جاؤں۔ آپ بڑے بھائی سے اجازت لے لیں ہمارے لیے۔"

"آپ جائیں۔ مگر حسنہ نہیں جائے گی۔ یہیں رہے گی۔" جب یہ مسئلہ بڑے ابو کے سامنے رکھا گیا تو انہوں نے ربیعہ کو اجازت دیتے ہوئے حسنہ کو جانے کی اجازت نہ دی۔

"کیوں بڑے ابو؟ جامعہ سے بھی فارغ ہوں، ایگزام دے کر، چھٹیاں ہیں، میں پنڈی جانا چاہتی ہوں۔" حسنہ دبے لہجے میں احتجاج کرتی ہوئی بولی۔ اس نے کل سے اب تک کئی منصوبے بنا ڈالے تھے پنڈی جانے کے

For more visit (exponovels.com)

"آپ کے بغیر ہمیں گھر بے رونق لگتا ہے اور ہمارے کام کون کرے گا پھر؟" خلاف عادت وہ تحمل سے بولے۔

"ماشاءاللہ گھر میں لڑکیوں کی کیا کمی ہے۔ ظفر کی صائمہ، ریشم، اظہر کی ریما افشاں، منٹوں میں کام کرتی ہیں۔ وہ کریں گی آپ کے کام۔" بڑی امی تیریں تنفری سے گویا تھیں۔

"ہم نے کب ان کے وجود سے انکار کیا ہے مگر ہمارے کام شروع سے حسنہ نے کیے ہیں اور ہم عادی ہوگئے ہیں ان کے۔" وہ قطعی لہجے میں بولے۔

"یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ عادت خراب کرلی ہے آپ نے اپنی، لڑکی پرائی امانت ہوتی ہے۔ ساری زندگی یہ اس گھر میں تھوڑی رہے گی۔ پھر کیا کریں گے آپ؟"

"یہ بعد کی بات ہے۔ کل کی فکر میں آج خراب کرنے والوں میں سے نہیں ہوں میں۔"

☸ —— ☸ —— ☸

"کوئی محبت نہیں کرتا مجھ سے۔ نہ آپ اور نہ بابا۔ جبھی وہ بھی چھوڑ کر چلے گئے اور آپ بھی جارہی ہیں مجھے چھوڑ کر۔ ماں باپ بھی کبھی اس طرح اپنے بچوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں؟" وہ صبح سے منہ پھلائے بیٹھی تھی۔ "موٹا" موٹا آنسو بھی بہاڈالے تھے۔ کل رات کو صادق حسین بزنس کے سلسلے میں روانہ ہوگئے تھے۔ اب وہ صبح کی فلائٹ سے ربیعہ جانے کی تیاری کررہی تھیں۔

"آپ کو غیروں میں چھوڑ کر تو نہیں جارہی جان۔ بڑے بھائی نے منع کردیا ہے۔ آپ کو معلوم ہے ان کا حکم کوئی نہیں ٹال سکتا۔ پھر وہ آپ کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ میں جلد لوٹ آؤں گی۔ میرے پیچھے تنگ نہیں کرنا کسی کو، بدتمیزی نہیں کرنا بالکل بھی۔" وہ سوٹ کیس میں کپڑے وغیرہ رکھتی ہوئی اسے مسلسل ہدایات دے رہی تھیں اور سمجھاتی بھی جارہی تھیں۔

"اگر اتنا ہی میری بدتمیزیوں اور تنگ کرنے کا خوف ہے تو ساتھ لے چلیں نا۔"

"پھر وہی بچوں کی طرح ضد۔ اگر تم اس طرح منہ بسورو گی تو میں جا بھی نہ پاؤں گی، میری مجبوری سمجھو چندا۔" وہ اس کا سر اپنے سینے سے لگا کر آبدیدہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"اچھا آپ روئیں نہیں، کچھ نہیں کہتی میں۔" وہ ہاتھ سے ان کے آنسو صاف کرتی ہوئی بولی۔ "آپ کو ایئرپورٹ چھوڑنے کون جائے گا؟"

"عمر بھئی کہہ گئے ہیں، وہی چھوڑ کر آئیں گے، آپ کے بابا کو ارسل اور منیب چھوڑ کر آئے تھے۔"

"وہ عمر؟ مما وہ کوئی گفٹ یا پارسل وغیرہ تو آپ کے ہاتھ نہیں بھیج رہے؟"

"ہاں، ہیں کچھ گفٹس جو اپنے دوستوں کو بھیج رہے ہیں۔" وہ دانستہ جویریہ اس کے بچوں اور شوہر کا نام چھپا گئیں۔

"مجھے دکھائیں کہاں ہیں وہ؟" وہ ایکدم اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

"ارے کیا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ یہ اسقدر گھبرا کیوں رہی ہو؟"

"آپ کو اصل بات نہیں معلوم مما۔ دراصل ان گفٹس میں کچھ گڑبڑ ضرور ہوگی۔ اور جنہیں وہ پہنچا رہے ہیں۔ وہ ان کے دوست نہیں۔ ملک دشمن عناصر ہیں۔"

"کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ کیسی باتیں کررہی ہو؟ وہ کوئی پیکٹوں میں اسلحہ نہیں بھیج رہے۔"

"آپ کو نہیں معلوم نا، جبھی کہہ رہی ہیں ہوسکتا ہے اسلحہ نہ ہو تو ہیروئن ہو یا افیون یا۔۔۔"

"کیا اول فول بک رہی ہو۔" وہ ازحد حیران و پریشان تھیں۔ حسنہ کا انداز ہی اتنا بوکھلا دینے والا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ عمر کے دیئے ہوئے تحفے چپکے سے دوسرے سوٹ کیس میں چھپا چکی تھیں۔

"آپ کو معلوم نہیں ہے مما، عمر بھائی جو ہیں نا۔ وہ اسمگلر ہیں۔" وہ قریب ہو کر سرگوشی میں بولی۔

"حسنہ! کیا بک رہی ہو؟ خبردار جو آئندہ ایسی لغویات کہیں۔ کس نے بولا ہے تم سے یہ؟"

"کون بتائے گا بھلا' ایسی باتیں' میرے پاس آنکھیں ہیں' ذہن ہے' وہ خود اپنے دوست کے سامنے اعتراف کرچکے ہیں' بلکہ مجھے بھی انہوں نے ساتھ کام کرنے کی آفر دی تھی مگر میں۔۔۔"

"یا اللہ' آئندہ یہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے' اچھے بھلے شریف بچے کو اسمگلر بنادیا تم نے' شکر ہے کسی نے سنا نہیں' ورنہ گھر میں تم نے فساد کروادیا تھا۔ کون برداشت کرسکتا ہے۔ اور بڑی بھابی تو نا معلوم کیا حشر کرتیں۔" اس خوف سے ہی ان کا چہرہ متغیر ہوگیا تھا۔

* * *

"ہیلو کامریڈ' ارے اتنی خاموشی؟ اتنی اداسی؟ خیریت تو ہے نا؟ یہ چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟" نیب اور عامر کرکٹ کھیل کر اندر داخل ہورہے تھے' لان کی سیڑھیوں پر اسے گھٹنوں پر چہرہ جھکائے بیٹھے دیکھ کر کرکٹ بیگ وہیں پھینک کر اس کے قریب آگئے۔

"کچھ نہیں۔ مما' بابا یاد آرہے ہیں۔" وہ سیدھی بیٹھتی ہوئی بولی۔

"ابھی نہیں گئے عرصہ ہی کتنا ہوا ہے۔ چچا کل گئے تھے اور چچی جان اب راولپنڈی پہنچی ہوں گی۔ تین بجے گھر سے روانہ ہوئی تھیں۔ اب نو بج رہے ہیں۔" نیب نے واچ دیکھی۔

"چلو آجاؤ اندر' ویڈیو گیمز کھیلتے ہیں۔" عامر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھالیا۔

"کہاں کے ارادے ہیں؟" وہ تینوں اندر بڑھے تو کوریڈور میں عمر اور صائمہ مل گئے۔ بلو اینڈ گرین ڈبل شرٹ سوٹ میں صائمہ کی سفید رنگت کھل رہی تھی۔ شاکنگ پنک لپ اسٹک۔ بلیک جیولری میں اس کا خوبصورت سراپا عمر کے ساتھ جچ رہا تھا۔ چہرے پر مسرتوں نے جگمگاہٹیں پیدا کردیں تھیں۔ بلیک پینٹ مسٹرڈ شرٹ میں ملبوس وہ خوشبوؤں میں بسا بہت مسرور تھا۔

"آرٹ کونسل جارہے ہیں ہم۔" عمر سے پہلے صائمہ مسکرا کر بولی۔

"چل رہے ہو تم لوگ بھی؟" وہ مسکراتا ہوا ان دونوں سے مخاطب ہوا۔ حسنہ کو نظر انداز کردیا تھا۔

ان دونوں نے انکار کردیا تھا۔ حسنہ نے کنکھیوں سے دیکھا۔ اس کی بڑی بڑی روشن براؤن آنکھیں سرخ سی تھیں۔ اس کی سماعت میں نشاء کی آواز گونجنے لگی۔ اس نے تشویش زدہ نظروں سے صائمہ کی طرف دیکھا جو اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے پورٹیکو کی طرف جارہی تھی۔ اور ہمیشہ کی طرح حسنہ کو نظر انداز کردیا تھا اس نے۔

* * *

"ماشاء اللہ بھئی۔ ریما حلوہ تو بہت مزیدار بنا ہے' بہت ذائقہ ہے تمہارے ہاتھ میں تو۔" بڑی امی ڈش میں سے حلوہ نکال کر کھاتی ہوئی بولیں۔ جو ابھی ریما بنا کر لائی تھی۔

"بڑی امی' یہ رس ملائی بھی تو چکھیے' بتایئے ذرا کیسی بنی ہے؟" ریشم انہیں حلوہ کھاتے دیکھ کر رس ملائی ڈش سے نکال کر پلیٹ میں رکھ کر انہیں دیتی ہوئی بولی۔

وہ اس وقت دھوپ میں صحن میں بیٹھی تھیں' ریشم ریما کی مائیں بھی بیٹھی تھیں' دوپہر کے کھانے میں عمر نے مٹر پلاؤ کی فرمائش کی تھی جس کے لیے مٹر کے دانے نکال رہی تھیں۔

"بچیوں' اتنی خدمت کرکے کیوں میری عادت خراب کررہی ہو؟"

"کیسی غیروں جیسی بات کررہی ہو بھابی' تمہاری خدمت نہیں کریں گی تو محلے والوں کی کریں گی؟ ریشم تو صبح سے رس ملائی میں لگی ہوئی تھی کہ بڑی امی کو میٹھا بہت پسند ہے خاص طور پر تمہارے لیے ہی بنائی ہے۔" منجھلی امی نے پیار بھری نگاہ ریشم پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"ریما تو رات سے ہی حلوے کی تیاری کررہی تھی کہ بڑی امی کو لوکی کا حلوہ بہت پسند ہے اور سردیوں میں

For more visit (exponovels.com)

اور وجاہت شوق سے کھاتی ہیں اس لیے صبح ہی تیار
کروا دیا تھا۔ مجھلی نے جلدی سے ریحا کے نمبر ملانے
شروع کیے۔" چپقلش ان کے اندر ہمیشہ چلتی رہتی تھی
اور جب سے عمران آیا تھا وہ اپنا وقار بھلائے اسی طرح ان
کی خاطر و مدارت میں لگی رہتی تھیں۔

"مجھلی بھابی! یہ گجریلا اور رس ملائی کس وقت بنا
لی۔ کچن میں تو میں نے اسے دیکھا نہیں۔"

"جس طرح ریحا نے لوگی کا حلوہ سب کی نگاہوں
سے پوشیدہ ہو کر بنا لیا۔" مجھلی بھابی کی نگاہوں میں
غصے کے ساتھ واضح تنبیہ تھی جسے دیکھ کر وہ فوراً ہی
سنبھل گئی کہ مبادا کہیں۔

"دونوں چیزیں بہت لذیذ اور بہت اچھی بنی ہیں۔
صائمہ نے کوئی ڈش نہیں بنائی؟"

"وہ کچن میں چکن روسٹ کر رہی ہے اس کے
ہاتھ میں بھی بہت ذائقہ ہے۔"

"ذائقہ تو بھی گھر والوں کا ہی ہے جسے ہم سب نے
پسند کیا۔" حسنہ ہنستی ہوئی اندر آئی اور ڈش سے رس
ملائی ہاتھ میں اٹھا کر کھانے لگی۔

"یہ کیا طریقہ ہے کھانے کا، پلیٹ میں نکال کر تمیز
سے کھاؤ۔" ریحانہ تیز نظر سے گھورتے ہوئے بولیں تو وہ
سے گھبراہٹ و خجالت ہوش تھی۔

"بڑی بھابی یہ تو آپ درست کہہ رہی ہیں۔ یہ
ملازم ابا حضور (سسر صاحب) کے وقتوں سے ہے
یادداشت بہت خراب ہو گئی ہے اس کی۔" چھوٹی تو
ابھی بڑی امی سے نگاہیں چرائی ہوئی میں الجھ گئی
ہو گئیں۔

"کاکا کی تو یادداشت بہت اچھی ہے وہ اصلی گھی
کھائے ہوئے ہیں۔ ہماری طرح ملاوٹ والی اشیاء
نہیں انہیں اپنے بچپن سے لے کر آج تک کی ہر بات
یاد ہے۔ حلوہ، رس ملائی میں نے خود انہیں لاتے
ہوئے دیکھا ہے۔" حسنہ بہت معصومیت سے بول
رہی تھی جب کہ آنکھوں میں شرارتی چمک تھی۔

"تم کہاں جا رہے ہو بیٹا؟" بڑے ابو براؤن پینٹ
وائٹ شرٹ میں ملبوس عمران کے سامنے سے گزرا تو
دریافت کرنے لگے۔ حسنہ ان کے سر میں تیل ڈال رہی
تھی ہر اتوار کو یہ اس کی ڈیوٹی تھی کیونکہ یہ دن چھٹی کا
ہوتا اس دن وہ ان کے ایسے ہی چھوٹے موٹے کام کیا
کرتی تھی۔

"صائمہ کو اس کی دوست کے ہاں ڈراپ کرنے
جا رہا ہوں۔" وہ رک گیا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

میں۔" وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔
"کیا سمجھتی ہو تم؟ مجھے شوق ہے تمہیں ساتھ لے جانے کا؟" اس نے اس کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔

"مجھے کیا معلوم؟ لیکن میں آپ کو بتا دوں مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔" وہ بھی اسی کے انداز میں گویا ہوئی۔

"نہیں سدھر سکتی تم ویسی ہی ہو جنگلی بلی۔"

"عمر بھائی دیکھیے اپنی زبان کو لگام دیجیے ورنہ۔"

"جھوٹ تو نہیں کہا میں نے بچپن میں جنگلی بلی کی طرح دانت گاڑھا کرتیں اب بھی دیکھ لو یہ پچھلے ہفتے جو تم نے میرے ہاتھ پر نشان ڈالا ہے جو اس بات کا پکا ثبوت ہے کہ تمہارا ابھی بھی مہذب و باوقار دنیا سے کوئی رابطہ نہ ہو سکا ہے۔" اس نے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ کی پشت اس کے آگے کر دی اور وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ سفید ہاتھ پر دانتوں کا دائرہ بنا ہوا تھا۔ جو اب ٹھیک ہو چکا تھا مگر براؤن کلر کا نشان ثبت ہو کر رہ گیا تھا۔

وہ بچپن سے ہی ایک دوسرے کے دشمن تھے عمر دس سال کا تھا اور وہ پانچ سال کی اکثر ہی دونوں کی لڑائیاں رہتی تھیں جس کا اختتام یہ ہوتا کہ کسی کھلونے یا چیز کی وجہ سے وہ غصے میں عمر کے کاٹ لیا کرتی تھی اور وہ بھی موقع ملتے ہی اسے دھوکا دے دیتا یا مکا مار دیا کرتا تھا۔ وہ دو بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا اور حد درجہ بہنوں اور ماں باپ کا لاڈلا از حد لاڈ پیار اور توجہ نے اسے بہت شرارتی، ضدی اور خود سر بنا دیا تھا۔ گھر کے سارے بچوں سے اس کی خوب بنتی تھی کیونکہ ارسل بڑا ہونے کے باعث ان کے ساتھ نہیں کھیلتا تھا باقی عامر، غیب اس کے ہم عمر تھے ربا، ریشم، صائمہ اس سے ایک ایک سال عمر میں چھوٹی تھیں۔ وہ با آسانی اس کے رعب میں آ جاتے اس کے ساتھ مل کر شرارتیں کرتے، کھیلتے، ان کے اشاروں پر چلتے تھے وہ ان کا سردار بنا مزے سے ان پر حکم چلا کر فخر محسوس کرتا تھا۔ نمرہ اس سے تین چار سال بڑی تھی جویریہ اس کی ہم عمر تھی ان دونوں کی اس سے خوب بنتی تھی حسنٰی کو اس کی بدتمیزیاں، شرارتیں اور رعب جمانا حکم چلانا قطعی پسند نہیں تھا اس لیے یا تو وہ عامر غیب کے ساتھ کھیلتی تھی یا پھر تنہا ہی اپنے کھلونوں سے کھیلنے لگتی کیونکہ دونوں بہنیں بڑی تھیں ریشم، صائمہ ہمیشہ عمر کا ساتھ دیتی تھیں وہ جب تنہا ہوتی تو وہ چھپ کر اس کے کھلونے توڑ دیا کرتا اور معلوم ہونے پر دونوں کی خوب جنگ ہوتی۔ وہ روتی ہوئی بڑے ابو سے شکایت کرتی تو بڑے ابو کئی مرتبہ عمر کی شاندار پٹائی اس کی وجہ سے لگاتے رہتے تھے اسی وجہ سے بڑی امی اس سے بدظن رہنے لگی تھیں اور اپنے پورشن میں اسے آنے بھی نہیں دیتیں تھیں۔ یونہی لڑتے جھگڑتے وہ بچپن کی سرسبز وادیاں عبور کرتے رہے وہ نویں کلاس میں تھی جب عمر جو کالج میں زیر تعلیم تھا بڑے ابو نے اسے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے لندن بھیج دیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد وہ خوش و خرم رہنے لگی اس کا سب سے بڑا حریف چلا گیا تھا اور یہ آزادی اور مسرت بخشنے والے بڑے ابو تھے بابا کے کام اکثر وہ اپنے ہاتھ سے کر کے مسرت محسوس کرتی تھی پھر اس نے بڑے ابو کے بھی ذاتی چھوٹے موٹے کام اپنے ذمے لے لیے بڑی امی اسے ہنستے مسکراتے گھومتے پھرتے دیکھتی تو ان سے برداشت نہ ہوتا۔ "ٹھنڈک پڑ گئی کلیجے میں، کیسے میرے بچے کی دشمن بنی رہتی تھی، اب تو چلا گیا سات سمندر پار میرا بچہ، نہ معلوم کیسے رہتا ہوگا۔" وہ اسے دیکھ کر ایسے ہی جملے دہرایا کرتیں تھیں۔

"کیا سوچ رہی ہو؟ جواب دو؟ اتنے سال زیر تعلیم رہی ہو کچھ تہذیب وغیرہ نہیں سیکھی؟" اسے خاموش نگاہیں جھکائے کھڑے دیکھ کر وہ چڑانے والے انداز میں مخاطب ہوا تھا۔

"سوری ڈیئر میں کچھ لیٹ ہو گئی قبل اس کے وہ جواب دیتی ریڈ جارجٹ کی گہرے باڈر والی خوبصورت ساڑھی میں ملبوس صائمہ وہاں آ گئی۔ لائٹ میک اپ میچنگ جیولری میں اس کا سراپا شگفتہ سا تھا اس کی آنکھوں میں دل توڑ چمک تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"بیوٹی فل! میں تو بے ہوش ہونے لگا ہوں۔" اس نے صائمہ کی طرف دیکھ کر بے ہوش ہونے کی اداکاری کی۔

"بے ہوش ہو جانا مگر یہاں نہیں۔" صائمہ مسکراتی ہوئی اس کا ہاتھ پکڑ کر کھلکھلائی معاً اس کی نگاہ اس کے ہاتھ کی پشت پر پڑی۔

"ارے یہ کس نے کاٹا ہے 'اتنا زبردست'؟"

"جنگلی بلی نے۔" وہ اسٹائل سے مسکرایا جب کہ حسنہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔

"جھوٹ مت بولو یہ انسانی دانتوں کے نشان ہیں۔"

"بعض انسانوں میں جانوروں جیسی عادتیں ہوتی ہیں۔ جب وہ وار کرتے ہیں تو آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے۔ پھر شکار کرتے وقت اپنے پرائے کی تمیز نہیں رہتی انہیں۔"

"تمہیں کیا ہو گیا؟ کیوں گھور گھور کر دیکھ رہی ہو عمر کو؟" صائمہ حسنہ کی طرف دیکھ کر بولی۔

"ہونہہ۔ یہ وقت بتائے گا آپ کو کہ پٹی کس کی آنکھوں پر بندھی ہے کون شکار ہے اور کون جانور۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ کر چلی گئی۔

✹ ✹ ✹

"بڑی امی کی دونوں بیٹیاں اپنے سسرال سے ایک ہفتے کے لیے رہنے آئیں تھی گھر میں میلے کا سا سماں رہتا تھا۔ بڑی ثناء کے تین بچے تھے اس سے چھوٹی مینا کے دو' جو گھر میں ہنگامہ مچائے رکھتے دونوں مائیں بچوں سے بے پروا اپنی ماں (بڑی امی) کے پاس گھر بھر میں لگی رنجشیں ان کا موضوع گفتگو ہوتی۔ منجھلی امیوں کے چاپلوسانہ رویے اور صائمہ' ریشم' رعنا وغیرہ کی خدمت گزاریاں اور میزبانی ہوتی تھی جو انہوں نے خصوصیت سے نوٹ کی تھی۔

"بڑی امی! عمر کو یہاں آئے ہوئے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ آپ تو کہہ رہی تھیں عمر کے آتے ہی جھٹ منگنی پٹ بیاہ کروں گی مگر آپ نے ابھی تک لڑکی تک نہیں دیکھی اور عمر صاحب پھر جانے کے پروگرام بنا رہے ہیں۔" بڑے ابو کے علاوہ سب لوگ وہاں بیٹھے تھے منجھلے اور چھوٹے ابو ان سے دور صوفوں پر بیٹھے کافی پیتے ہوئے حالات حاضرہ پر تبصرہ کر رہے تھے وہ سب کارپٹ پر کشنز کے سہارے بیٹھے ڈرائی فروٹس کے ساتھ کافی کے مزے لے رہے تھے۔ زینب نے انہیں آگاہ کیا تھا۔ عمر بھی دونوں بہنوں کے درمیان کشنز میں دھنسا بیٹھا تھا۔

"تم اب پھر چلے جاؤ گے؟" ثناء جو اس کے گھنگھریالے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی چونک کر اس کی طرف دیکھتی ہوئی استفسار کرنے لگی۔

"سات سال بعد تو تم نے صورت دکھائی ہے اب پھر ترساؤ گے؟" مینا افسردگی سے گویا ہوئی۔

"مجبوری ہے آپی' بزنس کا معاملہ ہے ویسے میں آتا جاتا رہوں گا۔"

"نہیں بھئی بہت صبر کیا میں نے' اب نہیں جانے دوں گی۔ تم کیا جانو بچہ ماں سے دور ہو تو ماں کے دل پر کیسے اس کی جدائی کے زخم رہ جاتے ہیں۔ اٹھتے بیٹھتے تمہاری یاد تمہاری فکر بے کل رکھتی تھی۔ اب نہیں جانے دوں گی تمہیں۔ ابھی تمہیں میری باتیں سمجھ میں نہیں آئیں گی کبھی باپ بنو گے تو پوچھوں گی کہ اولاد کی محبت کیسی ہوتی ہے؟" بڑی امی آبدیدہ ہو گئیں۔

"تو دیر کس بات کی ہے بھائی جان لے آیئے بہو بن جائیں گی دادی جان آپ بھی اور عمر بیٹا بھی واپسی کی ضد چھوڑ دیں گے کیونکہ آج کل ماں بہنوں سے زیادہ بیوی عزیز ہوتی ہے۔" منجھلی امی مسکراتی ہوئیں بولیں جب کہ ریشم اور رعنا کی آنکھیں انجانی حسرتوں سے چمکنے لگیں تھیں صائمہ ان کے درمیان موجود نہیں تھی۔

"یہ ساری تربیت اور ماحول کی بات ہے۔ منجھلی امی ہم نے اپنے بھائی کی تربیت اس انداز میں کی ہی نہیں ہے کہ ہمارا بھائی ماں بہنوں پر بیوی کو زیادہ فوقیت دے۔" ثناء نے کافی کا مگ رکھتے ہوئے جتانے والے انداز میں کہا۔

For more visit (exponovels.com)

"اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم ایسی لڑکی لانے ہی کیوں لگے جو ہم سے نہیں عمر سے زیادہ تعلق رکھے۔" مینا کا انداز ثناء سے زیادہ برلحاظ رکھا تھا۔

"یہ تو آپ کی بات غلط ہے آپی آپ کچھ بھی کرلیں آنے والی لڑکی کا تعلق زیادہ عمر سے ہی ہو گا کیونکہ وہ ان کے نکاح میں ہی بندھ کر اس گھر میں آئے گی۔" ریحم ابرو چڑھا کر بولی۔

"تب لڑکیاں ہی نکاح کی ڈور سے بندھ کر سسرال جاتی ہیں مگر سسرال کی دہلیز پار کرتے ہی کوئی میاں پر اختیار نہیں مل جاتا پہلے ساس سسر دیوروں نندوں کی خدمت کرنی پڑتی ہے ان کی ہر کڑوی باتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں پھر بھی مکمل اختیار نہیں ملتا۔" ثناء تیز لہجے میں بولی۔

"یہاں جو خدمتوں کے ڈرامے ہو رہے ہیں۔ محبتوں کے جال پھیلائے جارہے ہیں سب سمجھتی ہوں عمر کو گھیرنے کے طریقے ہیں کوئی ممی کی خدمتوں میں لگی ہے تو کوئی ڈیڈی کو مسکے لگا رہی ہے مگر ہم ایسے نہیں ہونے دیں گے ہمارا بھائی کوئی ٹرافی تھوڑی ہے جسے جیتنے کے لیے ایسے گھٹیا طریقے اپنا رکھے ہیں لوگوں نے۔" مینا حسنہ کو دیکھ کر منہ بناتی ہوئی بولی جو ابھی حسب معمول بڑے ابو کو گرین ٹی بنا کر ان کے کمرے میں دے کر آئی تھی۔

فضا جو کچھ ساعتوں قبل خوشگوار تھی ایکدم ہی تلخ سی ہو گئی غیاث اور عامر کسی دوست کے بلانے پر اٹھ کر چلے گئے تھے چچی چھوٹے چچا بھی اپنے کمروں میں جا چکے تھے عمر کی نگاہیں ٹی وی اسکرین سے ہٹ کر چند ثانیے کے لیے حسنہ کے دلکش چہرے پر رکیں تھیں جس کا شہری چہرہ تیزی سے سرخ ہوا تھا مینا کی بات وہ اچھی طرح سن اور سمجھ چکی تھی معاملے کی سنگینی کا احساس اسے اب ہوا تھا۔ تیزی سے ریموٹ سے اس نے آواز سلو کر دی تھی۔

"کیا کہا آپ نے مینا آپی؟ بڑے ابو کو مسکے لگا رہی ہوں میں؟" وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر ان کے مقابل کھڑی ہو گئی تھی۔

"کیوں؟ جھوٹ کہا ہے میں نے؟ ڈیڈی کی اتنی خدمتیں کر رہی ہو جتنی ہم نے کبھی نہیں کی کیا مطلب ہوا اس کا تمہیں معلوم ہے تاڈیڈی کی چلتی ہے اس گھر میں تو تم سب سے ہوشیار ثابت ہوئیں ڈیڈی کے سارے کام اپنے ہاتھ میں لے کر انہیں اپنے قبضے میں کرلیا تاکہ جب وقت پڑے تو وہ فیصلہ تمہارے حق میں کریں مگر ہم ایسا....."

"لاحول ولا قوۃ استغفراللہ آپ کی طرح گھٹیا اور کمینی سوچ نہیں ہے میری اور نہ ہی میں خود غرض اور مطلب پرست ہوں۔ بڑے ابو میرے بڑے ابو ہیں بس مجھے اس سے غرض ہے اگر آپ نے ان کی خدمتیں نہیں کیں تو یہ آپ کی بدقسمتی ہے میری خوش قسمتی پر آپ کو جیلس ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کوئی لعلی ٹرافی جیتنے کے لیے کوئی مسکے لگائے ہیں بڑے ابو کے کام میں بہت عرصے سے کرتی آرہی ہوں اور کرتی رہوں گی۔" وہ پرسکون انداز میں رواں تھی۔

"ارے ہم کیوں جلنے لگے تم سے دیکھیں تو سہی کیسے پٹر پٹر زبان چلتی ہے۔" ثناء غصے سے بپھر اٹھیں۔

"کیوں نہ چلے زبان کا استعمال کرنا صرف آپ لوگ جانتی ہیں۔"

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کمرہ کیوں میدان جنگ بنتا جارہا ہے؟" ان کے تیور بگڑتے دیکھ کر عمر بوکھلا اٹھا۔

"یہ سب آپ کے منحوس وجود کی وجہ سے ہو رہا ہے۔" حسنہ براہ راست اس سے مخاطب ہوئی۔

"اے خبردار جو میرے بچے کے منہ لگنے کی کوشش کی تمہارے تو منہ میں زبان کی جگہ توپ فٹ ہے۔" بڑی امی تیز لہجے میں اسے جھڑکتی ہوئی بولیں پھر تینوں ماں بیٹیاں اس کے پیچھے پڑ گئیں وہ بھی کم نہ تھی کھرے کھرے جواب دے رہی تھی وہ چاروں ماں بیٹیاں جو ثناء اور مینا کی زبان درازیوں اور بدلحاظی سے کبیدہ خاطر ہوئیں تھی مگر مصلحتاً خاموش ہو گئیں تھی کہ کسی صورت میں لکھ پتی خوبرو ہینڈسم داماد کا حصول ترک کرنا نہیں چاہتی تھیں وہ اس داؤ میں تھیں کہ

For more visit (exponovels.com)

ایک مرتبہ عمر قابو میں آجائے پھر تو وہ ساری کسر نکال ہی لیں گی ماں بیٹیوں کو وہ اس میں کڑی مچھلیوں کی طرح نکال پھینکیں گی اس وقت شاہ بینا کی چوٹ بھی وہ اس لیے تحمل سے درگزر کر گئیں تھیں۔

"ممی پلیز آپ خاموش ہو جائیں شاہ آپی بینا آپی پلیز خاموش ہو جائیں۔" عمر باری باری ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بڑے ابو کی وجہ سے ان کی آوازیں ہلکی تھیں۔

"تم چلو یہاں سے۔" وہ چاروں ہی چپ ہونے کا نام نہ لے رہی تھیں عمر نے حسنہ کا ہاتھ پکڑا اور زبردستی گھسیٹ کر لے گیا وہاں سے لڑائی ختم کروانے کا ایک ہی طریقہ سمجھ آیا تھا اسے۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ بہت چالاک ہیں آپ جاکر اپنی ماں بہنوں کو خاموش کروایے مجھے کیوں لے کر آئے وہاں سے؟" وہ ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑواتی ہوئی غرائی۔

"سب آپی یا جویریہ کو بھی میں نے تیز آواز میں بولتا نہیں سنا تھا۔ تم ان سب سے اتنی مختلف کیوں ہو؟ اور آنٹی تو بات بھی بہت کم ہی کرتی ہیں۔" وہ حیرانگی سے اس سے مخاطب ہوا۔

"تائی کلو" ممی کو درست اندیشہ رہتا ہے کہ تمہاری لمبی زبان اور بدمزاجی کے باعث کون قبول کرے گا تمہیں نہ جانے معلوم کس کا نصیب سیاہ کرو گی۔" وہ جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر بولا۔

"کسی کا بھی کروں آپ لوگوں کو فضول میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ کہتی ہوئی اوپر کمرے کی طرف چلی گئی وہ ہونٹ بھینچے سیڑھیاں عبور کر کے کمرے میں غائب ہوتا دیکھتا رہا۔

* ــــــ * ــــــ *

موسم سرد تھا۔ کمرے میں ہیٹر آن ہونے کی وجہ سے گرمائی تھی کی وہ کمبل میں سر سے پاؤں تک لپٹ کر سو رہی تھی جب سے رابعہ پنڈی گئی تھی بڑے ابو کے حکم کے مطابق وہ صائمہ اور ریشم کے مشترکہ کمرے میں سو رہی تھی وہ اور صائمہ ایک بیڈ پر سوتی تھیں جب کہ ریشم دوسرے بیڈ پر تنہا سوتی تھی صائمہ ریشم کے مزاج سے کچھ بہتر مزاج کی مالک تھی اس لیے حسنہ اس کے ساتھ سونا پسند کیا تھا کہ وہ ریشم اور رعنا کی طرح اس کی دشمن نہ تھی۔

پیاس کا احساس ایکدم ہی اس کے محو خواب جسم میں جاگا تھا اور اس نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ معا" اس نے محسوس کیا اس کے برابر میں لیٹی صائمہ اٹھ کر بیٹھی تھی جس بات نے اسے چونکنے پر مجبور کیا وہ اس کا از حد محتاط و خاموش رویہ تھا۔ وہ دھیرے دھیرے اٹھ کر بیٹھی تھی اور کچھ دیر چور نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتی رہی کہ وہ بیدار تو نہیں ہو گئی مگر وہ ایسے بن گئی جیسے سو رہی ہو اس سے مطمئن ہو کر وہ بہت احتیاط سے بیڈ سے اتری اور جھک کر ریشم کو دیکھنے لگی حسنہ سانس روکے اس کی پراسرار حرکتیں دیکھ رہی تھی کمبل سے معمولی سی جھری کر کے صائمہ نے ایک بار پھر گویا اپنی تسلی کے لیے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ پھر مطمئن ہو کر سلیپنگ گاؤن پہنا اور سلیپر پاؤں میں ڈال کر آہستگی سے دروازہ بند کرتی ہوئی باہر نکل گئی اس کے اجلے چہرے پر بکھرے خوبصورت رنگ لمحے بھر میں کہانی بیان کر گئے تھے وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی اس نے وال کلاک کی جانب دیکھا جہاں رات کے دو بج رہے تھے۔ ریشم کمبل میں بے خبر سو رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کرے دل بری طرح دھڑکے جا رہا تھا ہاتھ پاؤں سن سے ہو کر رہ گئے تھے صائمہ اس حد تک گر جائے گی؟ یہ سوچ ہی اسے کراہت آمیز لگ رہی تھی نفرت غصے کا ایک لاوا تھا جو اس کے اندر کھولنے لگا ماں باپ کی عزت و وقار کو قتل کرتی ایسی لڑکیاں جو محبوب کے اشاروں پر رات کے اندھیروں میں چوری چھپے ایسے اندھے قدم اٹھاتی ہیں جو جوش محبت میں ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیتے ہیں اور جب ہوش و حواس بیدار ہوتے ہیں تو عزت کی چاندنی ذلت کے پست اندھیروں میں گم ہو چکی ہوتی ہے۔ وہ تیزی سے بیڈ سے اتر کر دروازے کی طرف بڑھی اور باہر پہلا قدم رکھتے ہی ہوا

For more visit (exponovels.com)

کا سر جھوٹا اس کے جسم سے ٹکرایا وہ کپکپا اٹھی ویٹر اور کمبل کی گرمائی میں سردی کا احساس بالکل بھی نہ تھا۔ یہاں تو گویا برفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ اس نے دونوں ہاتھ مضبوطی سے سینے پر باندھ لیے اور ریلنگ سے جھک کر نیچے لان میں نگاہیں دوڑانے لگی مرکری لائٹوں کی روشنی میں لان صاف چمک رہا تھا۔ موتیے اور رات کی رانی کے پھولوں کی مسحور کن مہک پھیلی ہوئی تھی۔ برفانی ہوائیں ہڈیوں کو منجمد کرتی محسوس ہو رہی تھیں ضبط کے باوجود اسے کپکپی لگ رہی تھی۔ لان سے ہٹ کر اس کی نگاہیں بڑی امی کے پورشن کی جانب لگ گئیں سامنے ہی عمر کا کمرہ تھا باہر کی لائٹس تک تھیں اس کے کمرے کی کھڑکیوں پر بھی دبیز پردے پڑے ہوئے تھے جن سے روشنی نظر نہ آتی تھی شیشوں کے پیچھے سے جھانکتے پردے نیم تاریک ہی لگ رہے تھے اس نے نفرت آلود نگاہ ان پردوں پر ڈالی عمر کے خلاف نفرت کا نیا جہان آباد ہوا تھا اس وقت۔ وہ کتنا گھٹیا اور ذلیل ہو گا کہ گھر کی عزت پر نظر... اس سے آگے اس نے خود ہی اپنی سوچ پر مہر لگا دی۔ اے رات کے مسافر تو بھی کیا اس دنیا کے تماشے دیکھتا ہے دنیا کی زندگی زیادہ نہیں ہے اب بس یہ تھوڑی رہ گئی ہے ہاں بس اب اس دنیا کو ختم ہو جانا چاہیے جہاں رشتوں کا احترام، جذبوں کا تقدس، نفسانی ہوس کا شکار ہونے لگی ہے جہاں محافظ ہی لٹیرے بن جائیں تو زندگی بوجھ و رسوائی بن جاتی ہے وہ آسمان پر جگمگاتے چاند سے مخاطب تھی صائمہ کی اس قابل اعتراض حرکت نے اسے مضطرب کر دیا تھا۔

فضا میں خنکی تھی۔ ہوا سرد تھی موسم سرما کا مخصوص ویران و خاموش سناٹا ہر سو راج کر رہا تھا۔ لوگ اپنے کمروں میں دوپہر کو کھانے کے بعد جا چکے تھے وہ اداس سی لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی ممی اور پاپا شدت سے یاد آ رہے تھے انہیں گئے چند روز ہو چکے تھے ان کی کافی مرتبہ کال آ چکی تھی اور ان کے آنے میں ابھی چند دن باقی تھے اور وہ ان کی غیر موجودگی پوری طرح محسوس کرنے لگی تھی ممی اسے پھولوں کی طرح سنبھال کر رکھتیں تھیں۔ ان کی ساری توجہ ساری محبت مکمل التفات صرف اسی کے لیے تھا۔ وہاں بچے ایک دوسرے سے گفتگو کرتی رہتی تھیں مگر اب تو وہ بات کرنے کو ترس گئی تھی تینوں امیاں اس سے فری ہونا پسند نہیں کرتی تھیں کزنز سے اس کی بنتی نہ تھی صرف رغیب اور عامر تھے جن سے اس کی دوستی تھی وہ دونوں آج کل سی ایس ایس کے پیپرز کی اسٹڈی میں دنیا جہان سے الگ اپنے کمروں میں بند رہتے اور عمر سے تو کوئی بات اس کی ڈھنگ سے اب تک نہ ہوئی تھی اور جب سے صائمہ کو اس نے راتوں کو کمرے سے غائب ہوتے دیکھا تھا تب سے تو وہ اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کرتی تھی صائمہ ابھی بھی رات کو غائب ہوتی تھی اور ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد واپس آ جایا کرتی تھی وہ نہ چاہنے کے باوجود انجان بن رہی تھی کہ صائمہ سے باز پرس کا اختیار نہ رکھتی تھی۔

اسے معلوم تھا وہ فطرتاً بے باک اور جنس مخالف کی کمپنی میں خوش ہونے والا ہے۔ بچپن میں بھی وہ عامر اور رغیب کے بجائے ریشم، صائمہ اور ریما وغیرہ کے ساتھ کھیلنے میں زیادہ فرحت محسوس کرتا تھا اسکول اور کالج لائف میں بھی اس کی فرینڈ شپ میں زیادہ تر لڑکیاں تھیں۔ اب بھی وہ صائمہ، ریما، ریشم کے ساتھ زیادہ رہتا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کبھی انہیں بازوؤں کے گھیرے میں لیے ہوئے پورے گھر میں گھوما کرتا تھا اس طرز عمل پر کسی کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا۔

"ہیلو کیا سوچا جا رہا ہے؟" عمر ابھی جو آفس سے آیا تھا اسے صوفے پر گم صم بیٹھا دیکھ کر ادھر ہی آ گیا۔

"کچھ نہیں۔" وہ اسے برابر میں بیٹھتے دیکھ کر فوراً ہی کھڑی ہو گئی۔

"رائٹ سوچنے کے لیے بھی دماغ چاہیے تم کس طرح کر سکتی ہو؟" اس کا لہجہ سنجیدہ تھا مگر جگمگاتی براؤن آنکھوں سے شوخی و شرارت چمک رہی تھی۔

"آج کافی بھوک لگی ہے ذرا جلدی سے کھانا تو لگاؤ میں تب تک کپڑے چینج کر کے آتا ہوں۔" اس کے چہرے کے

For more visit (exponovels.com)

بگڑتے زاویے دیکھ کر اس نے کھنچتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ میں کیوں لگاؤں کھانا؟ جا کر بولے اپنی بہنوں سے یا ماں سے۔"

"وہ سو رہی ہیں اگر تم لگا دو گی کھانا تو کیا ہو جائے گا؟ ڈیڈی کے لیے بھی تو لگاتی ہو۔"

"بڑی امی اور دونوں آپیوں کو بہت شوق ہے الزام تراشیوں کا وہ سمجھتی ہیں ان کے بھائی کی خاطر دوسرے جیسے مرے جا رہے ہیں۔ آسمان سے اترا ہوا سمجھتی ہیں وہ آپ کو اور بڑے ابو کے میں کام کرتی ہوں اس لیے کہ وہ میرے بڑے ابو ہیں جیلس ہونے کی ضرورت نہیں ہے کسی کو بھی۔"

"وہ تمہارے بڑے ابو ہیں۔ کل کو میں بھی کسی کا ابو ہوں گا یہی سوچ کر میرا کام کر دیا کرو۔"

"وہاٹ؟ شرم تو آپ کو چھو کر گزری ہی نہیں۔ مجھے ضرورت نہیں ہے ایسی بے ہودہ باتیں کرنے کی۔"

"ابو بننے میں بے شرمی کی بات کہاں سے آ گئی؟ میرا تو مطلب ہے تم ابو کا کام شوق سے کرتی ہو نا۔"

وہ بھی ایک ڈھیٹ تھا بڑی دلچسپی سے اس کے مقابل کھڑا بحث کرنے میں مشغول تھا۔

"آپ کسی کے ابو بنیں یا ڈیڈو مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔" اسے مقابل ڈٹے دیکھ کر اس نے بات ختم کی۔

"جا کہاں رہی ہو؟ کھانا لگاؤ۔" اسے ہٹ دھرمی سے آگے بڑھتے دیکھ کر اس نے اس کا لٹکتا ہوا آنچل تھام کر سخت لہجے میں کہا وہ تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی سلک کا شاکنگ پنک دوپٹا سلک کی شرٹ ہونے کی باعث اس کے شانوں سے پھسلتا ہوا لمحے بھر میں عمر کے ہاتھوں میں آ گیا تھا وہ دم بخود سا متحیر کھڑا رہ گیا۔ اس کی یہ حرکت بالکل غیر دانستہ تھی وہ ایک قیامت بن کر پلٹی تھی۔

"آپ جیسے گھٹیا انسان سے ہر کمینگی اور ذلت کی امید کی جا سکتی ہے۔" اس نے غضب ناک انداز میں اس کے ہاتھوں سے دوپٹہ چھینا وہ جو خود اس غیر دانستہ ہونے والی حرکت پر شرمندہ کھڑا تھا۔ حسنہ کی بھنورا صفت کالی آنکھوں میں نفرت و ناپسندیدگی اور لہجے میں پنہاں حقارت پست و گھٹیا لفظوں سے نکلتے شراروں نے اسے چونکا دیا۔

"اتنی سی بات کو کیوں اہمیت دے رہی ہو میرا ارادہ ایسا نہ تھا۔" وہ تحمل سے بولا۔

"اتنی سی بات؟ خوب آپ کی نگاہوں میں عزت کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے ہو گی بھی کیوں کیونکہ آپ کا کام ہی یہی ہے عزت گھر کی ہو یا باہر کی آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ دماغ درست ہے تمہارا؟" وہ اس کا بازو پکڑ کر غرایا۔

"مجھے ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی میں آپ کے بہکاوے میں آنے والی ہوں۔"

"شٹ اپ لاسٹ ورننگ ورنہ میں تمہارا گلا دبا دوں گا۔" غصے سے اس کا وجیہہ چہرہ انگارہ بن گیا تھا۔ آنکھوں سے شعلے سے نکلنے لگے تھے حسنہ کی باتوں کے مفہوم نے اس کے اندر شعلے بھڑکا دیے تھے۔

"میں صائمہ نہیں ہوں اور نہ ہی میرے جذبے اتنے سستے ہیں کہ رات کی تاریکیوں میں اپنی اور اپنے والدین کی عزت کو رسوا و نیلام کرتی پھروں۔" وہ اسے بھونچکا چھوڑ کر کمرے سے نکل گئی۔

* — * — *

"مما اگر آپ ایک ہفتہ اور نہ آتیں تو میں تو مر ہی جاتی وہ لاڈ سے ان کے گلے میں ہاتھ ڈال کر لپٹتی ہوئی بولی دو دن پہلے وہ پنڈی سے آئیں تھیں یا میں دن میں اور آج صبح صادق صاحب بھی آ گئے تھے پژمردہ، نڈھال، فکرمند، پریشان حال سے وہ دو ماہ کا کہہ کر گئے تھے ایک سے بھی پہلے لوٹ آئے تھے اور ان کا زیادہ وقت گھر سے باہر گزرتا تھا رات کو نہ معلوم کس وقت آتے تھے اور صبح ہی چلے جاتے۔

"اللہ نہ کرے کیسی باتیں کر رہی ہو؟" انہوں نے فرط جذبات سے اس کی پیشانی چومی۔

"ماں باپ کی جدائی کیسے تڑپاتی ہے مجھے آپ کی

For more visit (exponovels.com)

اور بابا کی غیر موجودگی میں محسوس ہوا۔
"یہ چند دنوں کی جدائی آپ کو نہیں گی ہماری اور تم جو ہمیں چھوڑ کر چلی جاؤ گی شادی کے بعد وہ جدائی ہم کیسے برداشت کریں گے؟" وہ مسکرا کے اس کے چہرے سے بال ہٹاتی ہوئیں بولیں۔
"یہ آپ سے کس نے کہا کہ میں شادی کروں گی میں کوئی شادی وادی نہیں کروں گی میں بیٹا ہوں آپ دونوں کا۔" وہ ایک عزم سے پرجوش لہجے میں بولی۔
"مگر تمہارا ابھی دماغ خراب ہی لگتا ہے مجھے۔" بینا ماں کے برابر میں بیٹھتی ہوئی اس سے مخاطب ہوئی۔
"کیوں آپی؟ میرے خیال میں تو درست ہے۔" وہ بینا کے بیٹے کو بازوؤں میں بھینچے راکنگ چیئر پر جھول رہا تھا حیرانگی سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔
"خاک درست ہے کیا ضرورت پڑ گئی تھی تمہیں ارسل کو بزنس میں شریک کرنے کی اور اب اسے بزنس ٹور پر باہر بھی بھیج رہے ہو۔" بینا کے بجائے بڑی امی خاصے خفگی بھرے انداز میں بولیں۔
"پلیز ممی کیا ہوتا جارہا ہے ہم لوگوں کو؟ سرد مزاجی و کینہ پروری، حسد و بیگانگی کیوں ہمارا مزاج بنتی جارہی ہے؟ بیگانگی و بے حسی، نفرت و پرخاش ہمارا دستور بن گیا ہے جیسے اگر کسی کے پاس تھوڑی دولت آجائے تو وہ اپنے آگے کسی اور کو اہمیت و عزت دینے کو اپنی توہین سمجھتا ہے اور اگر کوئی ترقی کرنا چاہے تو بجائے اس کے لیے راستہ بنانے کے اس کی راہیں مسدود کرنے کی سازشیں کی جانے لگتی ہیں۔ یہ تو بہت خود غرضی و خود نمائی کی بدترین حرکت ہے ممی کہ ہم سوچیں کہ دولت و ثروت پر صرف ہماری ہی اجارہ داری ہے کسی اور کا اس پر حق نہیں بنتا۔ میں تو غیروں کے لیے فلاحی کام کرتا ہوں اور پھر ارسل سے تو سگا رشتہ ہے۔"
"ممی غلط تھوڑی کہہ رہی ہیں عمر غیروں پر احسان کرو گے تو وہ تمہیں صلہ بھی دیں گے اپنے تو الٹے جوتے مارتے ہیں کہاں احسان، بھلائی کی قدر کرتے ہیں۔" بینا منہ بنا کر گویا ہوئی۔
"مجھے افسوس ہے آپی اپنے ہی اپنوں کے دشمن بن گئے ہیں لیکن میرے خون میں ابھی اتنی سرخی باقی ہے کہ اپنوں اور غیروں کے حقوق و رشتے شناخت کر سکوں اور پھر احسان اپنوں پر کیا جائے یا غیروں پر اس کے صلے کی توقع اللہ تعالیٰ سے رکھنی چاہیے اور ویسے بھی احسان کر کے بھول جانا چاہیے حیرت اور افسوس ہوتا ہے مجھے ہمارے گھر کے افراد کے منافقانہ رویوں پر بظاہر ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہیں مگر درحقیقت ایک دوسرے کے حسد میں مبتلا دوسروں کو نیچا دکھانے کی جستجو میں لگے ہیں صرف ربیعہ آنٹی کی فیملی مجھے پسند ہے اور ربیعہ آنٹی بہت برائٹ نیچر کی مالک ہیں جیسی شفیق اور پرخلوص باہر سے ہیں ایسی ہی اندر سے انہوں نے اپنی پرسنالٹی پر ماسک نہیں چڑھائے ہوئے۔" وہ صاف گوئی سے بولا ماں اور بہن کے خیالات نے اس کا موڈ آف کردیا تھا دونوں ماں بیٹی نے پرتشویش و معنی خیز نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

* * *

"ارے نشاء تم؟" وہ ویڈیو گیم کھیلنے میں مصروف تھی اچانک اندر آتی نشاء کو دیکھ کر حیرانگی مسرت سے ریموٹ کارپٹ پر پھینک کر گرمجوشی سے اس سے لپٹ گئی۔
"میں نے سوچا تمہیں تو فرصت نہیں ملے گی جامعہ کیا چھوڑا تم تو ہمیں ہی چھوڑ بیٹھی ہو۔" وہ دونوں جڑ کر صوفے پر بیٹھ گئیں تھی نشاء نے شکوے شروع کیے۔
"وہ دن تو کبھی آ ہی نہیں سکتا جو ہماری دوستی ختم ہو بس یار وہ تم تو جانتی ہو بڑے ابو لڑکیوں کا زیادہ گھر سے باہر رہنا پسند نہیں کرتے۔" اس نے بالوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔
"شکر ہے خدا کا کوئی ایسا وجود ہے تو جس سے تم ڈرتی ہو۔" نشاء مسکرا کر بولی۔
"بڑے ابو کی پرسنالٹی ہی ایسی ہے اچھا بتاؤ کیا کھاؤ گی؟"
"تم سے پہلے آنٹی سے مل چکی ہوں اور انہیں بتا

For more visit (exponovels.com)

چلی ہوں جو مجھے کھانا ہے۔"

"تمہاری پہلی اپنائیت بھری بے تکلفی مجھے پسند ہے اور ثناؤ گھر میں سب ٹھیک ہیں؟"

"ہاں تم سناؤ کیا ہو رہا ہے اور تمہارے اس لندن پلٹ کزن کا کیا حال ہے؟" ثناء صوفے پر پاؤں اوپر کر کے بیٹھتی ہوئی پر تجسس لہجے میں پوچھنے لگی۔

"جب سے یہ حرکت کی ہے نا اس نے میں نے اس کا سامنا کرنا ہی چھوڑ دیا ہے صرف رات کو ڈنر پر سامنا ہوتا ہے تو اس وقت سب ٹیبل پر ہوتے ہیں اور کھانے کے بعد میں فوراً ہی کمرے میں آجاتی ہوں۔" حسنہ اس دن والا واقعہ بتاتی ہوئی بولی۔

"ہائے اللہ! وہ اس حد تک گرا ہوا انسان ہے لیکن حسنہ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے کب تک تم گریز اپنا سکتی ہو؟ تم نے آنٹی یا انکل کو کیوں نہیں بتایا؟" ثناء کی براؤن آنکھیں تشویش ناک انداز میں پوری طرح حسنہ کے وجود پر جمی ہوئی تھیں۔

"پاپا اور ممی آج کل بہت خاموش اور اداس رہتے ہیں بہت پریشان سے مگر مجھے نہیں بتاتے اب میں انہیں یہ سب بتا کر مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی ویسے بھی میں اتنی بہادر ہوں کہ اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں۔" حسنہ مضبوط لہجے میں بولی۔

"خاک حفاظت کر سکتی ہو اس نے تمہارا دوپٹہ کھینچ لیا اور تم نے کیا کیا؟ صرف دو چار سنا کر چلی آئیں اور کہتی ہو بہادر ہو مجھے تو اب تمہاری فکر لگی رہے گی۔"

"کچھ نہیں ہوگا ڈیئر میری فکر مت کرو تم سناؤ تمہارا کزن آیا تھا پھر؟" اس نے اپنی سیاہ چمکدار آنکھیں اس کی جانب اٹھا کر دلچسپی سے پوچھا۔

"دفع کرو اسے میں تو تمہاری طرف آئی ہی اسی لیے تھی کہ معلوم کروں تمہارا کزن واپس گیا کہ نہیں۔" ثناء جیسے اس ٹاپک سے ہٹنے کو تیار نہ تھی۔

"بڑی امی نے نہیں جانے دیا شاید عید کے بعد جائے ارسل بھائی کو بھیج دیا ہے اس نے اپنی جگہ چلو تو میں تمہیں شاپنگ دکھاتی ہوں جو کل کر کے لائی ہوں۔" وہ اس موضوع سے بے زار ہو گئی تھی ثناء کا ہاتھ پکڑ کر اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔

* ——— * ——— *

"کہاں جا رہے ہو بیٹا؟" عمر نے پرفیوم خود پر اسپرے کرتے ہوئے آئینے میں بڑی امی کے ابھرنے والے عکس کو دیکھا۔

"شریف کی طرف جا رہا ہوں کوئی کام ہے آپ کو؟" وہ ان کی طرف رخ کر کے بولا۔

"کام کیا ہوگا نوکر موجود ہیں کام کے لیے میں یہ پوچھنے آئی تھی کبھی ٹائم نکال کر اپنی خالہ فاخرہ کے پاس بھی چلے جاؤ کئی بار فون پر پوچھ چکی ہیں اور حرا بھی تم سے ملنا چاہتی ہے۔"

"جی ممی عید کے بعد جاؤں گا کوئٹہ ایسے موسم میں جاؤں تو قلفی جم جائے گی۔" وہ مسکرایا۔

"ٹھیک ہے عید کے بعد میں بھی چلوں گی حرا کو دیکھو گے تو دیکھتے رہ جاؤ گے۔"

"کیوں خیریت تو ہے نا۔ اس کے سینگ نکل آئے ہیں یا دم؟" وہ مسکراہٹ ہونٹوں تلے دبا کر بولا۔

"تو خوامخواہ میرا مطلب تھا ایسی حسین ہے کیا رنگ روپ نکلا ہے کہ کوئی مثال ہی نہیں ہے اس کی۔"

"آپ میری ماں ہیں یا حرا کی۔" وہ ایکدم خفگی سے گویا ہوا۔

"تمہاری ماں ہوں۔" وہ ہکا بکا سی بولیں۔

"پھر کس طرح آپ دوسری اولاد کی تعریف کر رہی ہیں؟ جب کہ میں نے سنا ہے ہر عورت کو اپنے بچے کے آگے کوئی دوسرا بچہ اچھا اور خوبصورت نہیں لگتا۔ پھر آپ کس طرح میرے سامنے حرا کی تعریف کر رہی ہیں کیا میں ایسا نہیں ہوں کہ کوئی دیکھے تو دیکھتا رہ جائے۔"

"شریر میرے بیٹے جیسا تو واقعی کوئی دوسرا نہیں ہے میں تو نظر لگ جانے کے خوف سے نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتی تمہیں۔" وہ ممتا سے بھرپور لہجے میں محبت بھری نگاہیں اس کے سرخ وسپید روشن چہرے پر ڈال کر

For more visit (exponovels.com)

بولیں۔ مسٹرڈ و جینز "مسٹرڈ اینڈ وائٹ پرنٹ شرٹ میں اس کا مسکراتا سراپا پرکشش جاذب نظر تھا۔ ہیر اسٹائل اسٹائلش تھا۔ کلین شیو چہرہ بے حد روشن و شفاف تھا۔

"اوکے ممی اللہ حافظ۔" وہ کی چین انگلی میں گھماتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"کیا جواب دیا عمر نے؟" انہیں دالان میں بچھے کوچ پر بیٹھتے دیکھ کر بینا جو اپنے چھ ماہ کے بیٹے کے کپڑے تبدیل کر رہی تھی اشتیاق آمیز لہجے میں استفسار کرنے لگی۔

"ابھی میں نے بات ہی شروع کی تھی کہ وہ بات کو مذاق میں اڑا کر چلے گئے بیٹے جوان ہو جائیں اور خیر سے برسر روزگار بھی ہوں تو ماؤں کو کیسے احتیاط سے بات کرنی پڑتی ہے عمر کی تو ہم نے پرورش بھی کچھ اس انداز میں کی ہے کہ وہ اپنی ہی بات کو اہمیت دیتے ہیں۔"

"ہر بات کو اہمیت دی ہے اب صرف اپنی بات کی اہمیت منوائے گا ورنہ ساری زندگی پچھتائیں گی۔ ویسے بھی اس نے واضح اشارہ دے دیا ہے کہ اسے ربیعہ آنٹی کی فیملی پسند ہے۔" بینا نے ماں کی طرف مضطرب نگاہوں سے دیکھا۔

"اب ایسا نہیں ہو گا۔ میری بہن اس گھر سے ٹھکرائی گئی تھی مگر اس کی بیٹی نہیں ٹھکرائی جائے گی۔"

"بڑی بھابی آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔" اسی دم ربیعہ وہاں آ کر بولیں۔

"ہاں بولو کوئی خاص مطلب کی ہی بات ہو گی جو میں یاد آ گئی ورنہ کہاں وقت ہوتا ہے تمہارے پاس ہمارے لیے۔" وہ تیکھے لہجے میں ان کی طرف دیکھتی ہوئی بولیں فیروزی کاٹن کے سادہ سوٹ میں ان کی اجلی اجلی رنگت چمک رہی تھی پروقار اسمارٹ سراپا، خوب صورت چہرے کے تیکھے نقوش ابھی بھی نمایاں تھے ان کی یہی خوبصورتی اور خوب سیرتی انہیں سب میں ممتاز رکھتی تھی۔

"ایسی تو بات نہیں بھابی میری تو اول روز سے ہی یہی کوشش رہی ہے کہ آپ سے دوستی رکھوں۔"

"بڑے ظرف والی ہے ہماری ماں جو اپنی سگی بہن کے حق پر آپ کو براجمان دیکھ کر برداشت کرتی ہیں ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو آپ کو کب کا یہاں سے نکال چکا ہوتا۔" بینا چہک کر گویا ہوئی۔

"یہاں قصور میرا تو نہیں ہے مگر پھر بھی میں خود کو مجرم سمجھتی ہوں۔" وہ گردن جھکا کر آہستگی سے بولیں۔

"تم بھی کیا ذکر لے کر بیٹھ گئیں بینا ہاں کہو کیا بات کرنا چاہتی ہو؟" وہ بینا کے بعد ان سے مخاطب ہوئیں ان کی تیز تلوار نگاہیں بڑے حاسدانہ انداز میں ان کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"وہ بات دراصل یہ ہے کہ صادق کو بزنس میں خاصا بڑا نقصان ہوا ہے اور بزنس پارٹنر بھی اپنا منافع سمیٹ کر نہ معلوم کہاں روپوش ہو گیا ہے۔ صادق کی لاعلمی میں اس نے بہت سے قرضے کمپنی کے نام پر لے لیے ہیں جو کمپنی میں ذرا بھی استعمال نہیں ہوئے۔ صادق بہت پریشان ہیں کمپنی بند ہے، قرضداروں نے اپنا قرضہ فوری نہ ملنے کی صورت میں پولیس کی دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں تمام زیورات اور بینک میں جمع رقم صادق نکال چکے ہیں اب بھی پندرہ لاکھ روپے کی شدید ضرورت ہے آپ ادھار دے دیں انشاءاللہ جلد ہی لوٹا دیں گے۔"

"پندرہ لاکھ؟ میرے اللہ تم تو ایسے بول رہی ہو جیسے پندرہ لاکھ نہ ہوئے پندرہ روپے ہوں۔ نہ بابا معاف کرو آج کل حالات دیکھ رہی ہو آئے دن کے ہنگاموں نے کاروبار کیسے ٹھپ کر رکھے ہیں اگر کوئی عزت سے اپنے گھر چٹنی روٹی کھا رہا ہے تو بہت بڑی بات ہے۔ کہاں کاروبار رکھے ہیں آج کل جو پیسے ملے ہمارے پاس پندرہ ہزار نہیں ہیں لاکھ کہاں سے دیں تمہیں۔" ان کا انداز اس قدر توہین آمیز اور روکھا تھا کہ ربیعہ خود کو فقیروں سے بدتر محسوس ہوئیں۔

"صادق کو عقل تو اب آئے گی نا۔ پسند سے شادی کی ہے تو بھگتے۔ غیر برادری کی لڑکی لائے تھے میری فاخرہ کو تو کبھی انہوں نے اس نظر سے دیکھا ہی نہ تھا تم

For more visit (exponovels.com)

سے شادی کر کے ملا ہی کیا اسے؟ تم نے تو اولاد نرینہ تک سے محروم رکھا اسے اب بڑھاپے میں فقیر بھی بنا دیا۔" وہ مسلسل طنز کر رہی تھیں۔

"ایسے تو نہ بولیں بھابی۔ اپنوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے انسان فقیر نہیں بن جاتا۔"

"جب اپنوں میں رشتوں کی مہک' اپنائیت کا احساس مر جاتا ہے تو وہ غیروں سے زیادہ غیر اور فقیروں سے زیادہ فقیر بن جاتے ہیں۔ اتنے فقیر کہ ان کے پاس محض تسلی و دعا میں تک دینے کے لیے نہیں ہوتیں کیوں آئی تھیں آپ یہاں اپنی پریشانیوں کو عریاں کر کے مضحکہ اڑوانے کے لیے۔" حسنہ جو اندر داخل ہوتے وقت ان کی گفتگو سن کر وہیں خاموش کھڑی ہو گئی تھی بڑی امی کی تضحیک آمیز گفتگو اور ربیعہ کا بے بس و مجبور دھواں دھواں چہرہ برداشت نہ کر سکی۔

"تمہارے تو میں منہ لگنا ہی پسند نہیں کرتی زبان دراز دونوں بڑی تو اچھے وقت کی وجہ سے سسرال چلی گئیں مگر تم ان حالات میں اپنی یہ لمبی زبان لیے ماں باپ کی دہلیز پر ہی بال سفید کرنا کوئی قبول کرنے کا نہیں ہے تمہیں۔" بڑی امی حسب عادت آپے سے باہر ہو گئیں۔

"ہر آٹھویں دن سسرال والوں سے لڑ جھگڑ کر گھر بیٹھنے سے بہتر ہے میں کنواری بیٹھی رہوں۔"

"میں تم سے بات کرنا پسند نہیں کرتی میرا ذکر درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔" بینا جو اکثر ساس نندوں سے جھگڑ کر میکے میں رہتی تھی تیزی سے چیخ کر بولی۔

"چلو تم کیوں آئی ہو میرے پیچھے۔" ربیعہ اسے زبردستی گھسیٹ کر وہاں سے لے آئی تھیں۔

"ممی! اتنی بڑی پریشانی آپ نے اور بابا نے مجھ سے چھپائی؟" وہ اپنے کمرے میں آ کر ان سے بولی۔

"آپ بھی پریشان ہی ہوتیں اور کوئی حل بھی نہیں ہے سوائے اس کے کہ کہیں سے رقم ادھار مل جائے تو عزت سرعام رسوا نہ ہو گی میں یہی سوچ کر بھابی کے پاس گئی تھی مگر۔"

"بڑی امی ہوں نہ وہ کسی فقیر کو آپ کے مقابلے میں رقم دے سکتیں ہیں مگر آپ کو نہیں آپ سے وہ کتنا حسد' بغض کتنا کینہ رکھتی ہیں یہ آپ ابھی تک جان ہی نہ سکیں بلکہ منجھلی چھوٹی امی ان کی بیٹیاں کسی کے دل میں بھی ہمارے لیے رتی بھر محبت نہیں ہے حالانکہ آپس میں یہ سب ایک دوسری سے حسد کرتی ہیں خلاف ہیں ایک دوسرے کے مگر جب ہماری کوئی بات ہوتی ہے تو ایسے متحد ہو جاتی ہیں جیسے کبھی ان کے درمیان کچھ ہوا ہی نہ ہو۔" وہ غصے میں بھری تھی۔

"سب ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں نا بیٹا اس لیے میں غیر برادری سے آئی ہوں اس لیے کوشش کے باوجود ان لوگوں کو اپنا نہ بنا سکی۔"

انہوں نے کبھی بھی سسرال والوں کے خلاف آواز نہ اٹھائی تھی اول روز سے ہی ان لوگوں کی ناپسندیدگی اور نفرت انہیں ملی تھی مگر وہ اچھے اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جہاں بڑوں کی عزت و احترام اور چھوٹوں سے محبت اور شفقت کا درس بچپن سے ہی دیا جاتا تھا آج جیٹھانی کی بے حسی و سنگدلی نے انہیں بددل کر دیا تھا۔

وہ جو ایگزامز کے بعد اطمینان سے گھر بیٹھ گئی تھی اس اچانک افتاد سے گھبرا اٹھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پرسان حال نہ تھا ان کا گھر والوں کی بے اعتنائیاں و بے وفائیاں عروج پر تھیں ان دنوں کیونکہ بڑے ابو حسب معمول عمرے کی ادائیگی اور حج کا فریضہ ادا کرنے سعودیہ روانہ ہو چکے تھے۔ وہ سعودیہ میں مقیم اپنے کزن کے ساتھ ایک ہفتے قبل ہی روانہ ہو گئے تھے اور ان کی غیر موجودگی میں گھر والوں کو اپنی من مانیاں کرنے کی چھٹی مل گئی تھی طویل عرصے سے یہ مسئلہ (قرض کا) ان کے پیچھے سے سنگین ہوا تھا۔ ورنہ اسے یقین تھا ان کے سامنے بڑی امی کو بولنے کی ہمت ہرگز نہ ہوتی دونوں چچاؤں سے اسے ہرگز اچھائی کی امید نہ تھی کیونکہ وہ بیویوں کے انڈر میں تھے ارسل لندن میں تھا غیب اور عامر ایگزامز سے فارغ ہو کر کمپیوٹر کی کلاسیں اٹینڈ کر رہے تھے وہ ایکدم تنہا ہو گئی تھی بابا

For more visit (exponovels.com)

کسی سے ملنے اسلام آباد گئے ہوئے تھے عمر سے وہ ویسے بھی مخاطب نہ ہوتی تھی وہ گھر میں نظر بھی کم سے کم آتا اب۔

اس نے سیاہ چادر ایک مرتبہ پھر اپنے گرد لپیٹی اور کلائی میں بندھی نازک سی واچ میں ٹائم دیکھا اور پریشانی سے سڑک پر نگاہ دوڑائی جہاں ٹریفک کا اژدھام رواں دواں تھا مگر اس کی مطلوبہ بس ایک گھنٹہ گزرنے کے باوجود نظر نہ آئی تھی اسے اب گھبراہٹ ہونے لگی تھی کیونکہ نو بج چکے تھے اسے ایڈورٹائزنگ ایجنسی میں انٹرویو دینا تھا جس کا ایڈ کل اس نے اخبار میں پڑھا تھا۔ وہ پہلے ہی قبل از وقت گھر سے نکل آئی تھی مگر اسٹاپ پر آکر اسے اسی پریشانی کا سامنا تھا جس کی وجہ سے وہ جلدی گھر سے نکلی تھی وقت گویا تیز ترین پنچھی بنا ہوا تھا آگے ہی آگے کی سمت محو پرواز سڑکوں پر دونوں طرف ٹریفک رواں دواں تھا کہ اچانک ایک جاپانی کار اس کے قریب آکر رکی تھی۔

"ہیلو یہ صبح ہی صبح کہاں کے ارادے ہیں؟" ڈرائیونگ سے عمر نے جھک کر پوچھا۔

"اپنی دوست کی طرف جارہی ہوں۔" خلاف توقع عمر کو سامنے دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگوار تاثرات ابھرے تھے۔ دیر ہونے کے باوجود وہ اسے درست بات بتانے کو تیار نہ تھی۔

"کیا آج رات کو خواب میں بشارت ملی ہے کہ صبح ہی دوست کے گھر جانے سے کسی خزانے کے مل جانے کی توقع ہے؟" مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

آج کل وہ جس پریشانی میں از حد فکر مند و پریشان تھی عمر کے انداز اسے مضحکہ خیز اور تضحیک آمیز لگے جیسے وہ ان کی پریشانی کا بھرپور مذاق اڑا رہا ہو اور لفظ خزانے نے تو اس کے حواس معطل کر دیئے تھے ویسے بھی وہ آج کل بہت حساس و احساس کمتری کا شکار ہو رہی تھی۔

"آپ ایسے کیوں گھور رہی ہو؟ چلو آؤ میں ڈراپ کردوں گا۔" اس کی طرف دیکھ کر وہ مصالحت آمیز لہجے میں بولا۔ "تو نا فکر مند مت ہو میں اس خزانے میں سے حصہ نہیں مانگوں گا۔"

"تھینکس! مجھے ضرورت نہیں ہے لفٹ کی۔" وہ از حد خشک لہجے میں گویا ہوئی۔

"بائی داوے تمہیں جانا کہاں ہے؟" وہ اس کے کسی انداز کی پروا کرنے والا نہیں تھا کیونکہ اس کا مزاج اچھی طرح جانتا تھا۔

"الحمرا سینٹر۔" جلدی سے بتا کر اس نے اپنی جان چھڑائی۔

"الحمرا جانے کے لیے تمہیں یہاں سے کنوینس نہیں ملے گی۔"

"کیوں نہیں ملے گی؟ وہ ڈیفنس جانے کے لیے بھی یہیں سے کوسٹر جاتی ہے۔"

"الحمرا سینٹر ڈیفنس سے بالکل مخالف سمت ہے ساری زندگی کھڑی ہو کر بھی انتظار کرو گی تو انتظار ہی کرتی رہو گی۔" وہ کافی شرافت کے موڈ میں سمجھا رہا تھا۔

"اوہ" اس کی بات درست تھی اسے ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ وقت گزر گیا تھا یہاں کھڑے ہوئے اور ابھی تک مطلوبہ بس یا کوچ نہ آئی تھی اور صبح کا ٹائم ہونے کی وجہ سے رکشا ٹیکسی بھی خالی نہ تھے۔

"آتے جاتے لوگوں کی بے ہودہ نگاہیں مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی ہیں وہ مجھے شاید بدمعاش سمجھ رہے ہیں جو تمہاری گاڑی کو دیکھ کر رکنگ کر رہا ہے کم آن پلیز دیکھو اگر میں نے تمہیں ہاتھ پکڑ کر اندر بٹھا لیا تو تم مائنڈ کرو گی کہ میں نے تمہارا ہاتھ کیوں پکڑا اور میں تمہیں یہاں تنہا چھوڑ کر جا نہیں سکتا۔"

وہ خاموشی سے گھوم کر فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی تھی وہ بدستور خاموش تھی ٹائم کافی گزر چکا تھا اسے اپنی ہی کوشش کی ناکامی پر شدید دکھ تھا اسے معلوم تھا وہاں پہنچتے پہنچتے بھی تو گھنٹے سے زیادہ کا ٹائم لگ جانے کا انٹرویو کا ٹائم دس بجے تھا ساڑھے نو بج چکے تھے اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی اس نے کل سے اب تک اس کا انٹرویو سے کتنی توقعات وابستہ کرلی تھیں جو

For more visit (exponovels.com)

ایکدم ہی شیخ چلی کے خوابوں کی طرح ہاتھ سے انڈا چھوٹ کر گرنے سے خواب بھی ٹوٹ کر بکھر گئے تھے گھپ اندھیرے میں روشنی کی ننھی سی ابھرنے والی کرن معدوم ہوتی جارہی تھی پھر بھی اس نے فیصلہ کیا وہ آخر کار اپنی قسمت ضرور آزمائے گی شاید قسمت زور دکھائے۔

عمر نے کار ڈرائیور کرتے وقت دو تین مرتبہ اس کی جانب دیکھا مگر وہ اسے وہاں سے ذہنی طور پر غیر حاضر محسوس کررہا تھا۔ پنک کلر کے کاٹن کے کلف شدہ کڑھائی والے سوٹ میں اس کا دلکش سراپا جاذب نظر تھا اس کی رنگت کچی تھی بے حد صاف و شفاف چمکدار اسکن جس سے گلابیاں سی پھوٹتی تھیں اونچی ستواں ناک سیاہ بھنوری بڑی بڑی آنکھیں جن پر بھی گھنی پلکوں کا سایہ مستقل رہتا تھا۔ شولڈر کٹ بال لانگ کلپ میں مقید تھے بلیک چادر اس کے سر سے ڈھلک کر شانوں پر آگئی تھی وہ بدستور سوچوں میں گم تھی شولڈر بیگ اس کے قریب رکھا تھا جس سے جھانکتی فائل اور کچھ ڈاکومنٹس دیکھ کر وہ چونک گیا تھا وہ مال کی ڈلیوری کے لیے پورٹ پر جارہا تھا کہ لندن سے ارسل کا فون آیا تھا کہ صبح شپ پہنچ جائے گا راستے سے گزرتے ہوئے اس کی نگاہ اس پر پڑی تھی وہ اس کے نزدیک کار لے آیا تھا اس کی بات پر اسے یقین نہیں آیا تھا کہ وہ دوست کے جارہی ہے۔ اس لیے وہ وہیں جم گیا تھا کہ خود اسے ڈراپ کرے گا اور اب یہ کاغذات اور اس کی گم صم و خاموش کیفیت اسے مشکوک کررہی تھی۔

”حیرت ہے دوست کے جانے کے لیے صبح ہی گھر سے نکل کھڑی ہوئیں اور روش کا بھی معلوم نہیں ہے؟ یہ کوئی نئی دوست بنی ہے تمہاری؟“ اسے خاموش و بے تعلق دیکھ کر وہ گمبھیر لہجے میں بولا۔

”آپ میری ساری دوستوں کو جانتے ہیں کیا جو ایسے پوچھ رہے ہیں؟“ وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

”ایک انکل سے غائبانہ طور پر تعارف ہے اس کی ذہانت اور تجربات دیکھ کر محسوس کرچکا ہوں کہ

For more visit (exponovels.com)

تمہاری فرینڈز کس کیٹیگری سے تعلق رکھتی ہیں۔" وہ اسی انداز میں گویا ہوا۔

"کون؟ کس کی بات کر رہے ہیں آپ؟" وہ حیرانگی سے اچھل پڑی۔

"وہی نشہ بیگم۔ جو فون پر آپ کو آوارہ بدمعاش کزن سے بچاؤ کے مفید مشوروں سے نوازتی رہتی ہیں۔" اس کے لہجے میں خود بخود تیزی و تندی آگئی تھی۔

"منشہ اچھا آپ نشاء کی بات کر رہے ہیں وہ میری بیسٹ فرینڈ ہے اور جو کہتی ہے غلط نہیں کہتی آپ کیا ہماری فون کالز سنتے ہیں؟"

"جب تم کسی سے بات کرتی ہو تو آواز بلند رکھتی ہو اپنی ساؤنڈ کا چھوڑو اس قصے کو میں پہلے آفس سے کچھ ضروری فائلز لے لوں پھر تمہیں ڈراپ کردوں گا۔" وہ کار گلشن اقبال کی جانب موڑتے ہوئے عجلت بھرے انداز میں گویا ہوا۔

"نہیں مجھے پہلے ہی دیر ہو گئی ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔

"صرف دس منٹ لگیں گے۔" اس نے اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

"نہیں مجھے انٹرویو دینا ہے۔" بے اختیار گھبراہٹ میں اس کے منہ سے اصل بات نکلی تھی۔

"انٹرویو؟ تم انٹرویو دینے جارہی ہو؟ کہاں ہو اور کیوں؟" کار کی اسپیڈ اس نے سلو کردی تھی اس کی جانب دیکھ کر استفہامیہ انداز میں بولا۔

"ایڈورٹائزنگ کمپنی ہے۔" کوشش کے باوجود وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو نہ پا سکی تھی۔

"اچھا تو اب تم ماڈلنگ کرو گی؟ کس کی اجازت سے گھر سے نکلی ہو؟"

"یہ سوال پوچھنے کا حق آپ کو نہیں ہے میں اپنی مرضی کی مالک ہوں۔"

"میرے خیال میں سارا حق مجھے ہی حاصل ہے اور تم اپنی مرضی کی مالک صرف گھر کے اندر ہو۔" اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ یکدم ہی سرخ ہو گیا تھا۔ وہ بڑے رعب سے حسنہ سے مخاطب تھا۔

"اپنا رعب آپ صرف صائمہ پر، ریشم یا ربعا پر ڈال سکتے ہیں میں آپ کے رعب میں آنے والی نہیں ہوں۔" دس بج چکے تھے اسے یقین تھا اب اگر وہ کار چلانے کی بجائے اڑا کر بھی لے جائے گا تو قطعی ایک گھنٹے سے پہلے وہاں نہیں پہنچ پائے گی معمولی سی جو آس بندھی تھی وہ بھی ٹوٹ گئی تھی غم وغصے سے اس کے اندر شرارے سے اٹھ رہے تھے۔

"کیوں؟ تم ان تینوں سے اعلیٰ حیثیت کی حامل ہو؟" وہ سرد مہری سے بولا۔

"جی نہیں۔" اس نے دوبدو جواب دیا۔

"اپنے منہ میاں مٹھو بننا اسی انداز کو کہتے ہیں۔" اس نے اپنے لہجے کو نارمل کرتے ہوئے کار کی اسپیڈ بڑھادی وہ بھی لب بھینچ کر خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی عمر نے کار واپس گھر جانے والے راستوں پر موڑ دی تھی اس نے بھی کوئی اعتراض نہ کیا کہ اب بہت ٹائم گزر گیا تھا اور عمر کے تفتیشی انداز نے طبیعت الگ مکدر کردی تھی۔

* —— * —— *

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو بیٹا۔ آج کل بغیر سورس کے کوئی بہترین جاب ملنا ناممکن ہے۔ برا وقت پڑتے ہی سب نے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے دستور وقت ہے دستور دنیا ہے آپ جاب کا خیال ترک کردیں۔" حسنہ ان سے صبح سے نشاء کے گھر جانے کا بہانہ کر کے گھر سے نکلی تھی کہ وہ کبھی جاب کی اجازت نہ دیں گی اس کا خیال تھا وہ سلیکٹ ہو گئی تو پھر کسی بھی طرح انہیں اور بابا کو منا لے گی مگر اس کا سارا پلان فیل ہو گیا تھا۔ اس نے دوپہر کے کھانے کے بعد انہیں بتادیا کہ وہ جاب کے سلسلے میں گئی تھی۔ (ایڈورٹائزنگ ایجنسی کا نام نہیں لیا تھا) اور اسٹاپ کا معلوم نہ ہونے کی باعث دیر ہو گئی تو واپس آگئی عمر کا ذکر یہاں بھی گول کر گئی تھی۔

"لیکن اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوگا ماما ہم قرضے کے پہاڑ تلے دبے ہوئے ہیں ہماری آتی جاتی سانسیں مقروض ہو گئی ہیں اللہ کے سوا ہے کون ہمارا؟"

"ہاں بیٹا وہی سب سے بڑا اور سب سے مضبوط سہارا ہے اسی کی رحمت کے سہارے پر بیٹھی ہوں۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں ممی مگر اللہ بھی ان پر رحمت برساتا ہے جو محنت کرتے ہیں ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں اس طرح تو اللہ بھی رحمت نہیں برساتا۔"

"بات پھر وہی آجاتی ہے حسنہ بڑی سفارش یا تگڑی رشوت کے بغیر آپ کو کوئی ڈیسنٹ جاب نہیں ملے گی ہمارے ہاں کا سسٹم تنزلی کا شکار ہے۔"

"فی الحال میں جب تک کسی اچھی جاب کا انتظار کرتے ہوئے کسی پرائیویٹ اسکول میں وقت گزار دوں گی جیسے ہی کوئی اچھی جاب ملی میں اسکول چھوڑ دوں گی اچھی امید سے کبھی دستبردار نہیں ہونا چاہیے ممی۔" وہ ان کے کاندھے پر سر رکھ کر آہستگی سے بولی۔

"ارے تم کیا ہر وقت کام میں لگی رہتی ہو فاختہ؟ ریشم کو آواز دے لیا کرو تمہیں تو معلوم ہے جھٹ پٹ کام نمٹایا کرتی ہے۔ چلو چھوڑو یہ کام بعد میں ہوتا رہے گا۔ کل میں کھاؤ بازار گئی تھی تمہاری پسندیدہ دکان سے لے کر آئی ہوں تمہیں پسند ہے نا حلیم۔" وہ بڑی محبت سے ان کی طرف حلیم کی پلیٹ بمعہ چمچ بڑھاتی ہوئی بولیں۔

"مجھلی بھابی کیسے زحمت کرلی آپ نے اگر لے ہی آئی ہیں تو بے حد شکریہ۔" وہ جو وارڈ روب کے کپڑے نکالے دوبارہ سیٹ کررہی تھیں ان کے ہاتھ سے پلیٹ لیتے ہوئے مسکرا کر بولیں۔

"لو بھئی یہ زحمت کی بھی خوب کہی تم نے یہ تو محبت ہے میری میں نے تمہیں کبھی دیورانی نہیں بہن ہی سمجھا ہے اور ارسل تو مجھے بالکل بیٹے کی طرح پیارا ہے جب سے گھر سے گیا ہے مجھے تو گھر کی ویرانی و اداسی کھانے کو دوڑتی ہے۔" وہ افسردگی سے گویا ہوئیں۔

"بھابی حلیم تو بڑا مزیدار ہے۔" وہ ان کی بات سنی ان سنی کرتی ہوئیں چٹخارے لے کر بولیں۔

"ہاں مجھے معلوم تھا تمہیں پسند آئے گا ارسل کب تک واپس آجائے گا؟"

"عمر کہہ رہا تھا جب تک وہ وہاں سیٹ نہیں ہو جاتا بزنس میں وہ وہیں رہے گا۔ اب عمر بھی تو جائے شاید اگلے ہفتے چلا جائے گا۔"

"عمر اور ارسل ان دو بچوں نے تو دل خوش کردیئے ہیں ایسے ہونہار و قابل بہت کم ہوتے ہیں میری صائمہ اور ریشم بھی بہت سگھڑ اور باحیا لڑکیاں ہیں جس گھر جائیں اجالے بکھیر دیں گی حسنہ کو دیکھ لو بڑے بھیا کے جانے کے بعد کیسے پر نکال رہی ہے روز صبح تیار ہو کر نکل جاتی ہے اور شام ڈھلے گھر میں گھستی ہے۔" وہ یکدم سرگوشی میں بولیں۔

"اور بڑی بھابی بتا رہی تھیں قرض کا کچھ ڈرامہ رچایا ہے مجھلی نے۔"

"ہاں مجھے تو فراڈ ہی لگ رہا ہے سب کوئی لاکھوں روپیہ لے کر کہاں فرار ہو سکتا ہے؟ اور بڑی بھابی بھی یہیں کہہ رہی ہیں کوئی پلاننگ ہے اس چال کے پیچھے خیر چھوڑو ہمیں اس سے کیا میں ریشم کو بھیج رہی ہوں تمہارا وارڈ روب وہ بالکل چمکا دے گی۔"

"مس حسنہ صادق صاحبہ آپ کل سے جاب پر آجائیں۔" پر رعب و پروقار سی پرنسپل صاحبہ نے اس کے ڈاکومنٹس اسٹڈی کرنے کے بعد اسے خوشخبری سنائی۔

"شکریہ سر۔" مسرت و سرشاری کا احساس اس کے چہرے سے جھلکنے لگا تھا۔ پندرہ دن کی بھاگ دوڑ کے بعد اسے پرائیویٹ اسکول میں نوکری ملی تھی کیونکہ اس کی ایم اے کی ڈگری دیکھ کر کوئی بھی اسکول اسے جاب دینے سے گریزاں تھے کہ ان کے پاس جاب چھوٹی ابتدائی کلاسز کے لیے تھیں اس کی کوالیفکیشن دیکھتے ہوئے وہ گریزاں ہو جایا کرتے تھے اس نے آخر کار کافی سوچنے کے بعد خود کو صرف میٹرک بتایا اور نتیجتاً وہ جاب کی خوش خبری سن رہی تھی۔

باقی آئندہ

For more visit (exponovels.com)

عمر اپنے کمرے سے باہر ریلنگ پر جھکا نیچے لان میں جھومتے سنہرے پھولوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر قبل ایکسرسائز اور واک سے فارغ ہو کر نہا کر یہاں کھڑا ہو گیا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی چلتی ہوا گرد و غبار سے پاک تھی۔ وہ گلے میں پڑے ہاتھ تولیے سے بال رگڑتے ہوئے شوخ گانا گنگنا رہا تھا۔ معاً اس کی نگاہ اندر سے نکل کر لان عبور کرتی وہائٹ بلیک پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس، شولڈر بیگ لٹکائے تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھتی حمنہ کی طرف اٹھی رہ گئی تھیں۔ وہ اتنی صبح کہاں جا رہی تھی؟ اس نے حیرانی سے رسٹ واچ دیکھی، جہاں سوئیاں سات کے ہندسے پر براجمان تھیں۔ اس کی کشادہ پیشانی پر تردد کی لکیریں پڑ گئیں۔ وہ گیٹ سے باہر جا چکی تھی۔ چوکیدار گیٹ بند کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں رقصاں تھیں اور ہونٹ سختی سے بھینچ گئے تھے۔ اسے اب یاد آیا کہ کچھ دن پہلے ہونے والی اتفاقاً ملاقات میں اس نے بتایا تھا۔ وہ ایڈورٹائزنگ کمپنی میں انٹرویو دینے جا رہی تھی، اس دن تو اس کا ٹائم گزر گیا تھا اور اس نے سختی سے اسے جاب کرنے کو منع بھی کر دیا تھا مگر جانتا تھا کہ وہ ضدی لڑکی کب کسی کی مانتی ہے۔ اسے غصہ تو خود پر آ رہا تھا کہ ماں کی ڈلیوری کے سلسلے میں اس قدر مصروفیت رہی تھی کہ وہ اس واقعے کو بالکل ہی فراموش کر بیٹھا تھا۔ آج ہی اس مسئلے پر بات کرنے کی اس نے ٹھانی تھی۔

♣ —— ♣ —— ♣

کوالیفکیشن کے لحاظ سے اسے نرسری کلاس ملی تھی اور ایک ہفتے کے اندر اسے دن میں تارے نظر آ گئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے ہر وقت جن کے ساتھ کوئی نہ کوئی مسئلہ رہتا تھا اسی شور و غل میں یہ مشکل وقت کٹتا۔

دوسری ٹیچرز سے اس کی فرینڈشپ ہو چکی تھی۔ اسکول پرائمری و سیکنڈری لیول پر تھا۔ پرنسپل صاحب بہت پروقار و مشفق انسان تھے۔ بیگم بھی ان کی ملنسار، خوش مزاج طبیعت کی تھیں۔ بیٹے بیٹیاں جوان تھیں ان کی رہائش کیونکہ اسکول کے فورتھ فلور پر تھی، آتے جاتے ان سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔

اسکول سے آف ہو کر وہ پیدل ہی گھر آتی تھی کیونکہ گھر سے قریب ہی تھا اسکول۔ چلچلاتی دھوپ پڑ رہی تھی، گرم ہوا نے اس کے گندمی چہرے پر سرخیاں بکھیر دی تھیں۔ آدھے گھنٹے کی مسافت طے کر کے پسینے میں شرابور وہ گیٹ میں داخل ہوئی تو سامنے برآمدے میں کرسی پر بیٹھا عمر اسے نظر آیا تھا۔ اس کی نگاہیں غیر ارادی طور پر اس کی جانب اٹھی تھیں۔ جہاں خشونت و سرخی چھائی ہوئی تھی اس کے تاثرات خاصے خطرناک لگ رہے تھے۔ ایک لمحے کو وہ بوکھلائی تھی مگر پھر فطری بہادری و بے پروائی عود کر آئی۔ وہ اطمینان سے شانے اچکا کر آگے بڑھنے لگی۔

"کہاں سے آ رہی ہو اس وقت؟" کیونکہ وہ راستے میں بیٹھا تھا اس لیے اس کے پاس سے گزرنا لازمی تھا۔ اسے قریب سے انجان بن کر گزرتے دیکھ کر وہ خشک لہجے میں بول اٹھا، جیسے اسی کام کے لیے یہاں بیٹھا تھا۔

"آپ میرے باپ نہیں ہیں جو اس لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوئے ہیں اور نہ ہی میری ماں نے آپ کو میرا سرپرست مقرر کیا ہے کہ آپ میرے آنے جانے کی خبر گیری کریں۔" شدید گرمی میں چل کر وہ آئی تھی، حلق میں پیاس کی وجہ سے کانٹے چبھ رہے تھے۔ کلاس میں بچوں نے بھی آج زیادہ ہی پریشان کیا تھا جس کی وجہ سے سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ مستزاد اس پر عمر کا سخت لہجہ اسے مزید تپا گیا۔

"باپ تو میں ان شاء اللہ بنوں گا مگر تمہارا نہیں ــــ فی الوقت یہ بتاؤ کہاں سے آ رہی ہو؟"

"اسکول سے، جاب کر لی ہوں میں وہاں۔" وہ تیزی سے بولتی ہوئی آگے بڑھ گئی اور کھٹاک سے اندر دروازے کا لاک لگایا تاکہ وہ پیچھے نہ آ سکے۔ وہ متحیر سا اس کے جاب کرنے کی وجہ تلاش کرنے لگا۔

"آخر حمنہ اسکول میں جاب کیوں کر رہی ہے؟ کیا اسے کوئی مالی پرابلم ہے؟ بڑی امی اپنے کمرے میں

For more visit (exponovels.com)

بیڈ پر نیم دراز تھیں کہ وہ اندر آ کر ان کے قریب بیٹھتا ہوا سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"بیجے کی پریشانی اسے کیوں ہونے لگی؟ بچپن سے لڑکی ہے کوئی نیا شوق چڑھا ہوگا۔" وہ اٹھ کر بیٹھتی ہوئیں بہت چالاکی سے ان کی پریشانی چھپا گئی تھیں۔

"نہیں ممی! مجھے اچھی طرح یاد ہے، وہ چھوٹی تھی جب بھی اسے ٹیچنگ کھیل میں بھی پسند نہ تھی، میرا مقصد ہے اسے یہ تدریسی شعبہ کبھی پسند نہیں رہا ہے، کوئی وجہ، کوئی بات ہے ضرور ہے۔" وہ خاصا ڈسٹرب لگ رہا تھا۔

"نہیں تو یونہی سب کا درد خواہ مخواہ رہتا ہے، کوئی بات وات نہیں ہے۔ فضول میں فکر مند رہتا، تمہارے باپ نے نہایت انصاف کے ساتھ تمہارے دادا کی چھوڑی ہوئی دولت اور جائداد چاروں بھائیوں میں برابر برابر تقسیم کی تھی۔ سب نے اپنے اپنے بزنس اپنی مرضی کے مطابق سیٹ کر لیے تھے، سب خوش ہیں۔"

"کیا ہوا ممی؟ کس کے خوش ہونے کے قصے عمر کو سنا رہی ہیں آپ؟" حنا لیدر کا بیگ شانے پر لٹکائے بیٹے کو گود میں لیے اندر داخل ہوتی مسکرا کر بولی۔

"آؤ بیٹی۔" بیٹی نواسے کو دیکھ کر ان کا چہرہ چمکنے لگا۔ اس نے بیگ نیچے رکھا اور ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ جبکہ اس سے بیٹے کو عمر پہلے ہی لے چکا تھا اور اس کے چھوٹے چھوٹے رخسار چوم رہا تھا۔

♣ — ♣ — ♣

"حنا! اتنی مشقت مت کرو بیٹی صبح کی گئیں تم دوپہر کو تھکی ہاری لوٹتی ہو اب کوچنگ سینٹر جوائن مت کرو۔ بہت محنت ہو جائے گی۔ آرام سے زیادہ محنت انسان سہار نہیں پاتا ہے۔" انہوں نے اس کے الجھے ہوئے بالوں میں محبت سے انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"محنت میں عظمت ہے، ممی! بس دعا کیجئے مشکل کی اس گھڑی میں میرے قدم مضبوطی سے قائم رہیں۔ تین گھنٹے دینے ہیں یہاں اسٹوڈنٹ نرسری کے بچوں کی طرح تھوڑی ہیں، جو دماغ خراب ہوگا اور سیلری بھی کشش ہے۔" اس نے بالوں میں برش کرتے ہوئے انہیں سمجھایا۔

"اسٹوڈنٹس کسی بھی کلاس کے ہوں، ٹیچر کا دماغ تو چٹ کروا لیتے ہیں۔ خیر اللہ مالک ہے لو تم چائے پیو اور یہ سینڈوچ بھی کھاؤ۔" وہ چائے کا مگ اور پلیٹ میں سینڈوچ اور اس کے لوازمات رکھ کر اس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولیں جو اس نے ہاتھ بڑھا کر تھام لی تھیں۔

"کل عمر آئے تھے، تمہارا پوچھ رہے تھے کہ کیوں جاب کر رہی ہو کیا پریشانی ہے؟"

"پھر آپ نے کیا بتایا؟" اس کا ہاتھ رک گیا۔ متجسس نگاہوں سے اس نے ان کی طرف دیکھا۔

"حقیقت انہیں کیا بتاتی، کہہ دیا سارے دن گھر میں بور ہوتی ہے، تعلیم سے فراغت ہے اس لیے جاب کر رہی ہے شوقیہ۔ آخر بھرم بھی تو اپنی عزت کا رکھنا ہوتا ہے۔ بھابی بیگم کو معلوم ہو جاتا کہ عمر کو ہم نے بتایا ہے تو سمجھو کبھی نہ ختم ہونے والے جھگڑوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔"

"ضرورت بھی کیا ہے ممی! اپنے دکھوں کا کسی سے شیئر کرنا، ایسے موقعوں پر تو سگوں کا خون سفید ہو جاتا ہے۔"

"دوسروں کی میں بات نہیں کر رہی مگر عمر بہت مختلف ہیں گھر والوں سے۔ پرخلوص، ہمدرد، بے لوث محبت کرنے والے ورنہ آج کل کہاں بچے کسی کی اتنی عزت کرتے ہیں۔"

"اوہ پلیز ممی! اتنی تعریف کبھی بھول کر بھی کسی کے سامنے ان کی مت کر دیجئے گا۔ بڑی امی اور ان کی دونوں بیٹیاں پہلے ہی اسی فکر میں پریشان ہیں کہ ان کے "کماؤ" بیٹے کو ہم میں سے کوئی نہ لے اڑے اور آپ کی تعریفوں کو وہ کچھ اور ہی سمجھیں گی۔" وہ استہزائیہ انداز میں مسکرا کر بولی۔

"یہ اپنی اپنی سوچیں ہوتی ہیں ورنہ جوڑے تو آسمان پر بنائے جاتے ہیں۔"

♣ — ♣ — ♣

For more visit (exponovels.com)

"مس حسنا! آپ کو میڈم جی بلا رہی ہیں۔" وہ بچوں کو بلاکس کے ذریعے کچھ سمجھا رہی تھی، ماسی اس سے آکر مخاطب ہوئی وہ چونک کر کھڑی ہوئی۔

"یہ میڈم جی کون ہیں؟ آفس میں تو صرف پرنسپل صاحب ہی ہوتے ہیں۔"

"وہ مس جی سرجی کی بیوی کو ہی میڈم جی کہتے ہیں جی۔" ماسی نے وضاحت کی کوشش کی۔

"اچھا... مجھے معلوم نہیں تھا۔" اس نے بلاکس ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو یہاں نوکری کرتے ہوئے تین ہفتے تو ہوئے ہیں جی۔"

"ہیں جی؟ تمہارا اگلا کام ہے؟" ماسی کی جی اسے کوفت میں مبتلا کر رہی تھی۔

"جی کیا مطلب جی؟ میں سمجھی نہیں جی؟" اس نے ہونقوں کی طرح اس کو دیکھا۔

"کچھ نہیں... تم یہاں بیٹھو، بچے شرارتیں نہ کریں یہ دیکھنا۔" وہ ہدایت کرتی ہوئی آفس آئی۔ لاؤنج میں ہی میڈم مل گئیں۔ کوچ پر تکیوں کے سہارے نیم دراز وہ فراغت سے گنڈیریاں چوس رہی تھیں۔ نیچے فرش پر بچھی ہوئی گنڈیریوں کا ڈھیر بکھرا ہوا تھا۔ مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ قریب ہی دوسری کلاس کی ٹیچر بیٹھی ان کے بالوں میں مساج کر رہی تھی جب کہ ... بھی کرتی جا رہی تھیں۔ اسے اندر آتے دیکھ کر ... سے خیر مقدم کیا۔

"آپ نے مجھے بلایا تھا میڈم؟" لہجوں میں اس کی نفاست پسند طبیعت ... ہو رہی تھی۔

"ہاں ہاں بیٹھو ... رہتی ہو بھی اور کھانا پکانا بھی نہیں۔"

"کلاس ختم ہونے کے بعد آفس ورک ... بچوں کی کاپیاں ... نوٹ کرنے میں اتنا ٹائم لگ جاتا ہے ... لیٹ پہنچتی ہوں۔" اس نے کھڑے کھڑے ہی تفصیل بتائی۔

"آج دارا ٹیچر نہیں آئی ہیں، آپ ذرا روٹی پکالیں۔ آٹا فرح (ٹیچر) گوندھ کر جا چکی ہیں۔"

"جی...؟" وہ حیرانی سے اچھل ہی تو پڑی تھی۔

"اس قدر حیرانی کی کیا بات ہے؟ روٹی بھی نہیں پکائی کبھی؟" وہ استعجابیہ انداز میں مسکرائیں۔

"جی نہیں پکائی کبھی اور یہاں میں روٹی پکاتی بھی نہیں۔" سامنے شوکیس میں برتن صاف کر کے لگاتی ہوئی دوسری ٹیچر پر اس کی نگاہ پڑی تو اسے ان کی ٹیچر سمجھنے میں ذرا دیر نہ لگی۔

"کیا ہوا حسنا؟ غصہ کیوں ہو رہی ہو؟" مساج کرتی ہوئی ٹیچر عابدہ اس کے تیور بھانپ کر بولی۔

"تم شاید پریشان ہو گئیں؟ مگر میرے اسکول میں جتنی بھی ٹیچرز آتی ہیں وہ سب مجھے بیٹیوں کی طرح عزیز ہیں اور بیٹیاں ماں کے کام بغیر کہے کر دیتی ہیں تم کو بھی بیٹی سمجھ کر کہا ہے۔"

"سوری میڈم! مجھ سے آپ ایسی توقع نہ رکھیں تو بہتر ہے۔ کلاس میں بچے پڑھائی سے محروم ہو رہے ہیں۔ ٹیچرز نے ان کے بجائے آپ پر توجہ دے رکھی ہیں یہ سراسر بے انصافی و بے ایمانی ہے۔ ہم تنخواہ اپنی تعلیمی محنت کی لیتے ہیں آپ کی ذاتی خدمتوں کی نہیں آپ بچوں کا مستقبل خراب کر رہی ہیں۔ مذاق کر رہی ہیں علم اور تعلیم کے حصول کے ساتھ۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"پورے علاقے میں ہمارے اسکول کا معیار تعلیم بہترین ہے مس حسنا! ہمارے اسکول کے بچے کبھی فیل نہیں ہوئے۔ ہمارے اسکول کا سب سے اچھا ریکارڈ ہے۔" میڈم فخریہ بولیں۔

"ہونہہ... پرائیویٹ اسکولز میں بچوں کو پاس کیا جاتا ہے اس لیے کہ اگر بچوں کو فیل کر دیا جائے تو بچوں کے والدین بچوں کو ہٹا لینے کی دھمکی دیتے ہیں اور یہ کوئی بھی برداشت نہیں کرتا۔"

"اچھا... اچھا آپ کلاس میں جائیں پھر بات ہو گی آپ سے۔" میڈم نے بظاہر شائستگی سے مسکراتے ہوئے اس سے کہا تھا مگر آنکھوں سے سخت غصہ و ناگواری عیاں تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"توبہ کس قدر بدلحاظ، زبان دراز لڑکی ہے۔" جاتے ہوئے میڈم کے جملے اس کے کانوں میں سنائی دیے۔ وہ مسکراتی ہوئی نیچے آگئی۔ مطلب پرست و خود غرض لوگ اسے ایک آنکھ نہ بھاتے تھے۔ تینوں کلاسوں میں بچوں نے اودھم مچایا ہوا تھا۔ وہ اپنی کلاس میں آگئی۔ ماسی سامنے کرسی پر بیٹھی بیٹھی سو رہی تھی اور اس کے مضحکہ خیز خراٹوں پر بچے خوب ہنس رہے تھے۔ اس کے لبوں پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ماسی کو اٹھا کر اس نے باہر بھیجا اور دوبارہ بچوں کو کاؤنٹنگ سکھانے لگی۔

"تم کیا اپنے پیچھے مصیبتیں لگا بیٹھی ہو؟" عابدہ آدھ گھنٹے بعد اوپر سے آئی تو سیدھی اس کے پاس چلی آئی۔

"میڈم کو مصیبت کہہ رہی ہو؟" اس نے ویجی ٹیبل چارٹ رکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"مذاق مت کرو، پکا دیتیں رولی، جان تو چھوٹ جاتی۔ اب دیکھنا بہانے بہانے سے وہ تم پر چڑھائی کریں گی۔"

"ڈرتی ہے میری جوتی، میں وہ کام ہرگز نہیں کرتی جس میں عزت نفس مجروح ہو۔ کسی محتاج کا کام کرنے کا ثواب ملتا ہے اور ایسے لوگوں کا کام کرنا تو مفت کی غلامی کرنا ہے۔ خود کی بیٹیاں ڈش دیکھ رہی ہیں۔ نیچے ہم ملازموں کی طرح ذاتی کام کریں۔ تم لوگ ایجوکیٹڈ ہونے کے باوجود یہ سب کس طرح کرتی ہو؟ حیرت ہے۔ باشعور و سمجھ دار لوگوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

اسکول سے چھٹی کے بعد وہ گھر جا رہی تھی۔ حسب معمول دھوپ کی تمازت سے چہرہ سرخ ٹماٹر ہو رہا تھا۔ رومال پسینے سے تر ہو چکا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ روڈ کراس کرکے آگے بڑھتی عمر کی سرخ گاڑی اس کے آگے آ کر جھٹکے سے رکی تھی۔ اس نے ناگواری سے ڈرائیونگ ڈور سے جھانکتے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

"آجاؤ مزید کسی کسی نـــ نہیں کیے بغیر۔ گرمی بہت ہو رہی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی طبیعت سے وہ بھی بخوبی واقف تھی لہٰذا خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"شاباش! اچھی بچی بنتی جا رہی ہو۔" وہ شرارت سے کار اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔

"وہ تو میں ہوں۔" اس نے خاصے اکڑے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔ میری چند سالہ غیر موجودگی میں تم واقعی بہت "اچھی" ہو گئی ہو۔" اس نے اس کی طرف اچٹتی نگاہ ڈال کر گمبیر معنی خیز لہجے میں کہا۔

"آپ کی موجودگی یا غیر موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ چہرے سے بال ہٹاتی بے پروائی سے بولی۔

"فرق پڑے گا ضرور پڑے گا، کچھ وقت رک جاؤ۔"

"یہ ـــ یہ آپ کار کہاں لے جا رہے ہیں؟" کار دوسرے راستے پر جاتے دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔

"تمہارے برسوں سے بند بوسیدہ دماغ کو فرحت بخش ہوا کی ضرورت ہے جو اس موسم میں صرف سمندر کے ٹھنڈے پانی کے کناروں میں ملے گی۔" اس کا اطمینان قابل دید تھا۔

"مجھے ضرورت ہے۔ آپ کس کی اجازت سے لے کر جا رہے ہیں مجھے؟" وہ تلملا کر گویا ہوئی۔

"مجھے کسی کی اجازت درکار نہیں ہے میں تمہارا کزن ہوں، مکمل استحقاق حاصل ہے مجھے۔"

"جی نہیں، کار واپس موڑیں، امی انتظار کر رہی ہوں گی۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔"

"آنٹی گئی ہوئی ہیں مجھلی امی اور چھوٹی امی کے ساتھ کسی رشتے دار کی عیادت کو۔"

"شرافت سے آپ کار واپس گھر کی طرف موڑیں ورنہ کل لوگ آپ کی تعزیت کو گھر پر آئیں گے۔"

"ابھی میں نے دیکھا ہی کیا ہے، ابھی تو میری چاند کی دلہن بھی آئی ہے۔"

For more visit (exponovels.com)

"ہونہہ۔۔۔ چاند بی بی۔ گھسا پٹا فقرہ' آپ گھر واپس چلیں۔"

"گھبرا رہی ہو؟ اپنی دوست سے بڑی بہادری کے دعوے کیا کرتی تھیں میرے ساتھ تنہا جانے سے خوفزدہ ہو؟"

"جی نہیں' ایسی کوئی بات نہیں' چلیں آپ کی خوش فہمی دور کروں۔" وہ پراعتماد انداز میں بولی۔

سمندر کی شوخ و چنچل لہریں پوری روانی سے رواں دواں تھیں ساحل سے ٹکراتی ہوئی ہوا میں اپنے نمی و خنکی کا خوشگوار احساس لیے ہوئے تھیں۔ بے تحاشا سورج کی گرمی بھی یہاں دم توڑ گئی تھی۔ چھٹی کا دن نہ ہونے کے باعث یہاں پبلک بھی برائے نام تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹی چھوٹی فیملیاں تھیں۔ عمر نے کار سمندر کے بالکل کنارے لا کر روکی تھی اور اسے اترنے کا اشارہ کرتا ہوا خود بھی اتر آیا تھا اور پیچھے رکھے شاپر کو بھی اٹھا لیا تھا۔

"یہ لو مجھے معلوم ہے تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔ اس لیے میں نے پہلے سے ہی انتظام کر لیا تھا۔"

"مگر اس میں ہے کیا؟ اور مجھے یہاں کیوں لے کر آئے ہیں؟" اس نے شاپر ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"اس میں چکن برگر ہیں پہلے کھانا تو کھالو پھر بتاتا ہوں یہاں لانے کا مقصد۔" کار کے بونٹ پر بیٹھ کر اس نے اس کے ساتھ لنچ کیا۔

"تم ابھی ابھی تعلیم سے فارغ ہو' اور فراغت میں اپنے وقت کو پاس کرنے کے لیے آج کل جاب کر رہی ہو۔" اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی درست سنا ہے آپ نے۔" وہ سامنے اٹھتی ہوئی لہروں کی بلندی کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"خاص مستقبل میں اچھے رشتے کے انتظار میں جاب کر رہی ہو؟" وہ کچھ جھک کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"پھر آپ کو کیا پریشانی ہے؟ اگر آپ ایسا سمجھتے ہیں تو ایسا ہی سہی۔"

"تو پھر سمجھو انتظار کی گھڑیاں گزر گئیں۔" اس نے ترچھی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا' شوخ کلر شلوار سوٹ میں ملبوس' دوپٹہ اچھی طرح اردگرد لپیٹے' سادہ پرکشش چہرہ اس کا سورج کی شعاعوں سے ایسے چمک رہا تھا جیسے گندم کی سنہری ڈالیاں سونے کی مانند چمکتی ہیں۔

"کیا مقصد ہے آپ کا؟" اس کی سیاہ جگنوؤں کی طرح روشن آنکھوں میں استعجاب ابھرا تھا۔

"میری بات غور سے سنو اور جب تک میں اپنی بات پوری نہ کرلوں تمہیں خاموش رہنا ہے۔ بات یہ ہے کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے بے حد سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا۔ اس کے سرخ و سپید چہرے پر از حد سنجیدگی و متانت تھی۔ بھوری شوخ نگاہوں میں امید کی مشعلیں سی روشن تھیں۔ چہرے پر سچے جذبوں کی روشنی تھی۔

"مگر۔۔۔"

"شش۔۔۔ میں نے کہا تھا نا جب تک میں بات پوری نہ کرلوں تم خاموش رہو گی۔" اس نے اسے بولتے دیکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی جھجک نہیں کہ بچپن میں مجھے تمہارے وجود سے ایک خاص قسم کی چڑ تھی' تم جو سب سے الگ تھلگ رہتی تھیں' تمہارا غرور' سنجیدگی و ممتاز نظر آنے کی انفرادیت' ڈیڈی تمہیں بہت چاہتے تھے اور میں کوشش کے باوجود ان کی اس قدر توجہ اور چاہت کا مرکز نہ بن سکا تھا اور اسی وجہ میں تمہاری ذات کو سمجھتا تھا اسی لیے تم اکثر و بیشتر میرے انتقام کا باعث بنتی تھیں اور تم بدلے لے کر بھی ڈیڈی سے میری شکایت کر آتی تھیں اور ڈیڈی تمہاری حمایت میں میری زور دار سرزنش کرتے تھے اور میرے دل میں تمہارے لیے گنجائش قطعی نہ رہتی تھی۔"

"میں چاہتی بھی نہیں ہوں' کسی کے دل میں گنجائش۔" وہ تلخی سے کہہ اٹھی۔

"اب میرے دل میں صرف اور صرف تمہارے لیے گنجائش ہے۔ تمہارا حصول ہی میری زندگی کی

For more visit (exponovels.com)

تکمیل ہے۔ تم سے دوری کے بعد مجھے احساس ہوا کہ تمہارے بغیر زندگی، زندگی نہیں۔"

"یہ جملے آپ کتنی لڑکیوں سے کہہ چکے ہیں؟" وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ ابرو چڑھا کر بولا۔

"وہی جو آپ سمجھ رہے ہیں مسٹر عمر! میں ایک مجبور لڑکی ہوں۔ خوابوں و رومانوی دنیا میں گم رہنے والی لڑکیوں سے یک دم مختلف۔ مجھے اپنی محبت کی اسیری میں آپ گرفتار نہیں کر سکتے۔"

"خوا مخواہ مجھ سے بدگمان ہو، ایسا کچھ نہیں ہے۔ حسن، پلیز اپنے دل سے تمام خدشے و شکوک نکال دو۔ میرا باعزت کاروبار ہے۔ میں نے اپنی زندگی بہت شفاف گزاری ہے۔" اس کا مضبوط لہجہ سچائی کا مظہر تھا۔

"میں نے آپ سے آپ کے کریکٹر وارنٹ سرٹیفکیٹ نہیں مانگا ہے اور نہ ہی میں نے کبھی یہ خواب میں بھی سوچا ہے کہ آپ کے ساتھ شادی کرلوں گی سوری۔" اس نے صاف گوئی سے انکار کردیا۔

"لیکن کیوں ___؟ کیوں مجھے ریجیکٹ کر رہی ہو؟" اس کا چہرہ متغیر ہوا تھا۔

"وہ اس لیے کہ ___ مجھے یہ اعتراف کرنے میں قطعی شرمندگی نہیں کہ بچپن سے مجھے آپ سے ایک خاص انسیت رہی تھی۔ جو اب خاص الخاص ہو گئی ہے۔ شادی ساری زندگی کا بندھن ہوتا ہے اور جب ساتھی قابل قبول نہ ہو تو یہ بندھن ریت کا گھروندہ ثابت ہوتا ہے، جو معمولی سی جنبش سے ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے۔"

"کہیں یہ مذاق تو نہیں؟" اس کی آنکھوں کی مشعلوں میں امید و یاس کے دیے لرزاں تھے۔

"نو، آئی ایم سیریس مسٹر عمر۔" اس کے ہونٹوں پر فاخرانہ مسکراہٹ تھی۔

"انسان جیسے جیسے عمر کی منزلیں طے کرتا ہے اسی طرح اس کا شعور، عقل و محسوسات بھی وسیع ہوتے ہیں۔ اسے پسند ناپسند، بہترین و بدترین، اچھے اور برے کی تمیز آتی جاتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہماری سوچیں، ہمارے نظریات، خیالات، احساسات بدل جاتے ہیں۔ نئے رتوں کا موسم تو سب کچھ بدل ڈالتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سب کچھ بدل جانے کے باوجود تمہارا مزاج نہیں بدلا؟"

"بدلے گا، صرف اس شخص کے لیے جو میرے معیار پر پورا اترے گا۔" وہ اطمینان سے بولی۔

♣ ___ ♣ ___ ♣

زندگی کے شب و روز معمول کی طرح رواں دواں تھے۔ وقت جیسے جیسے دوڑتا ہی جا رہا تھا۔ صادق صاحب کڑے امتحان میں مبتلا تھے کہ جب معبود بندے کو آزماتا ہے تو اس کا سایہ بھی اس سے جدا کر دیتا ہے۔ بدحالی و معاشی تقاضے اس پر حاوی ہو جاتے ہیں اور وہ انہیں پورا کرنے سے ہر ممکن کوشش کے باوجود نامراد و ناکام رہتا ہے۔ پارٹنر کی بددیانتی و بے ایمانی کی وجہ سے وہ مفلس و قلاش ہو گئے تھے۔ تمام بینک بیلنس قرض کی نذر ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود قرض سے گلوخلاصی نہ ہوئی تھی۔ قرض داروں کی دھمکیوں، عزت نیلام ہونے کے خوف سے انہوں نے اپنی دونوں فیکٹریاں بیچ دیں اور تہی دست ہو کر گھر بیٹھ گئے۔ اس سے قبل وہ دوستوں کے پاس بھی گئے کہ وہ کچھ وقت کے لیے ادھار رقم دے دیں تو ان کم ظرف قرض داروں سے جان چھڑا کر دوبارہ بزنس اسٹارٹ کریں جنہوں نے آتے جاتے راستہ روکنا شروع کردیا تھا اور آخر میں دھمکیوں پر اتر آئے تھے۔ مگر ٹھوکر کھانے کے بعد انہیں محسوس ہوا اچھے دوست بہترین ساتھی صرف اچھے وقت کے ساتھی ہوتے ہیں۔ سو طرح طرح کے بہانوں سے انہیں ناکام لوٹا دیا گیا تھا۔ بڑے بھائی ملک سے باہر تھے۔ چھوٹے بھائیوں نے چکنی چپڑی باتوں کے بعد معذرت کر لی تھی۔ آج کل کے اس بے مروت دور میں خون میں رشتوں کی سرخی تو باقی ہے مگر محبت، اپنائیت و درد کی رمق دم توڑ چکی ہے۔ بس سب رشتے یاد رکھتے ہیں۔ اخوت و حقوق مروت کی چاشنی خون سے خارج ہو چکی ہے۔

"کاش یہ نفسا نفسی کا عالم دیکھنے سے پہلے میں مر

For more visit (exponovels.com)

...انھوں نے بیڈ پر ...
چاپ۔

"صادق! کھانا کھا لیجیے۔" ربیعہ اندر کمرے میں کھانے کے برتن سمیت داخل ہوئیں۔

"اب تو زہر کھانے کو دل چاہ رہا ہے ربیعہ۔" وہ جیسے ٹوٹے بکھرے لہجے میں گویا ہوئے۔

"ایسی باتیں نہ کریں' اللہ کا احسان ہے' قرض سے تو جان چھوٹ گئی۔ آگے بھی اللہ راہیں آسان کرے گا۔ اس کی ذات سے ناامیدی کفر ہے۔" وہ ٹرے ان کے قریب رکھ کر تحمل سے بولیں۔

"اب راہیں آسان نہیں ہوں گی ربیعہ' مشکلات کے در ایک ایک کرکے تمام کھل چکے ہیں۔ برسوں کی انتھک محنت کے بعد میں نے بزنس جمایا تھا جو دنوں میں تباہ ہو گیا۔ اب میری بوڑھی ہڈیوں میں اتنی طاقت نہیں رہی اتنی محنت کی۔ اور سرمایہ بھی کہاں سے لاؤں گا؟"

"میں نے منع کیا تھا آپ کو صادق کہ اچھے چلتے بزنس میں نہیں کسی کو شریک کریں مگر۔۔۔۔"

"میں نے سوچا تھا زیادہ وسیع بزنس ہوگا تو میں ہر طرح کی سہولتیں اپنی بیٹیوں کو دوں گا تاکہ کل ان میں یہ احساس کمتری پیدا نہ ہو کہ ان کے بھائی نہیں تھے تو باپ کے وہ جذبات نہیں تھے جو بیٹوں کے لیے ہوتے ہیں اس لیے میں نے اپنی بیٹیوں کی ہر خواہش پوری کی۔ وہ خوش رہیں آسودہ و خوشحال رہیں مگر میری سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی جو حد درجہ حساس و منفرد شخصیت کی مالک ہے' آج وہ میری وجہ سے دوسروں کی نوکریاں کر رہی ہے اس کی عمر کی لڑکیاں ہر فکر و پریشانی کی قید سے آزاد زندگی سے لطف اندوز ہو رہی ہیں۔ میری بیٹی معاشی پریشانی شیئر کر رہی ہے۔ زندگی میں پہلی بار مجھے بیٹے کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ کاش اگر ہوتا تو میری بچی یوں محنت نہ کرتی اور نہ ہی احسان (پارٹنر) مجھ سے فراڈ کرنے کی سوچ سکتا تھا۔ اس نے میری تنہائی سے تو فائدہ اٹھایا ہے۔" ان کے پرملال چہرے پر آنسوؤں کی نمی تھی۔ ربیعہ بے ساختہ رو پڑی تھیں۔

"عمر! میں آج بہت ضروری بات کرنے آئی ہوں تم سے۔" بڑی امی بہت سنجیدگی سے اس سے مخاطب ہوئیں۔ اس نے چونکتے ہوئے اخبار نیچے رکھا۔

"جی کہیے میں سن رہا ہوں۔" اس کی چھٹی حس بیدار ہونے لگی تھی۔

"میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں جلد از جلد اور لڑکی بھی پسند کر چکی ہوں۔"

"میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔" وہ ٹھوس لہجے میں قطعیت سے بولا۔

"کیوں۔۔۔؟ کوئی وجہ بھی تو ہوگی انکار کی؟" ان کی آنکھیں تیزی سے گردش کرنے لگیں۔

"وجہ کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ ان کی طرف دیکھتا ہوا دھیمے سے مسکرایا۔

"اچھا' منگنی کر دیتے ہیں ابھی۔ شادی جب تم کہو گے۔" انھوں نے دانش مندی دکھائی۔

"نہیں ممی' میں منگنی کا قائل نہیں ہوں۔ بلاوجہ کسی کو انتظار کی سولی پر لٹکانا' جب بھی کروں گا' شادی کروں گا۔" وہ بھی ایک کائیاں تھا۔ پروں پر پانی کیسے پڑنے دیتا۔

"ٹھیک ہے پھر میں فاخرہ کو کہہ دوں گی۔ وہ ہماری امانت کسی اور کے نام نہ کرے۔"

"فاخرہ خالہ کا ذکر درمیان میں کیوں آیا؟" اس کا انداز استعجابیہ تھا۔

"حرا کو میں نے تمہاری دلہن بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔" انھوں نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"حرا کو۔۔۔ لیکن ممی۔۔۔!"

"میں انکار ہرگز نہیں سنوں گی عمر' بولنے سے پہلے سوچ لینا۔" وہ اس کی بات قطع کرکے بولیں۔

"کیوں ممی؟ لائف پارٹنر منتخب کرنے کا اختیار مجھے ملنا چاہیے۔ حرا میرا انتخاب کبھی نہیں رہی۔"

"کیوں حرا میں کیا خرابی ہے؟" وہ بیٹیوں کی اکلوتی بھانجی سے خوب بھری ہوئی تھیں اور دوسرا انھیں خدشہ تھا بلکہ یقین ہو چلا تھا کہ بیٹے کا رجحان حسن کی

For more visit (exponovels.com)

جاب ... سے اس نے جاب کی تھی وہ پاگل بنا ہوا تھا۔ اسے اس کا جاب کرنا پسند نہیں تھا۔ وہ یکی چاہتا تھا۔ وہ جاب چھوڑ دے۔ ان کے حالات کیا تھے اس سے انہوں نے اسے بڑی دقتوں سے بے خبر رکھا تھا اور پھر وہ تینوں ہی اس قدر خوددار و حساس تھے کہ ان کے رویے کو دیکھتے ہوئے گھر کے کسی بھی فرد کے آگے اپنے حالات کا تذکرہ نہیں کیا تھا جو خصوصاً ان کے لیے بڑی تقویت کا باعث تھا۔

"بات اچھائی برائی کی نہیں ہے۔" اس کا لہجہ کاوریت کے تاثر سے پر تھا۔

"اس گھر کے مردوں کے یہی دستور ہیں۔ بڑے صادق نے فاخرہ کو ٹھکرا دیا تھا اور تم حرا کو نہیں ٹھکرا سکتے' بار بار میں اور میری بہن ایسے صدمے برداشت نہیں کر سکتیں۔ اس گھر میں دلہن بن کر صرف اور صرف حرا کو ہی آنا ہے بس۔" انہوں نے نگاہ کا یاد کرایا ہوا فقرہ دہرایا۔

"او کے آل رائٹ۔" وہ کرسی کھسکا کر وہاں سے چلا گیا۔

♣ —— ♣ —— ♣

"مس حسنہ! سر بلا رہے ہیں آپ کو۔" وہ بچوں کو کہانی سنا رہی تھی۔ ماسی نے اندر آ کر کہا۔

"جی سر! آپ نے مجھے بلایا؟" وہ اندر آ کر پرنسپل صاحب سے مخاطب ہوئی۔

"سیٹ ڈاؤن پلیز۔" انہوں نے شائستگی سے چیئر کی طرف اشارہ کیا۔ تو شکریہ کہتی ہوئی بیٹھ گئی۔

"جی سر! آپ نے مجھے بلایا تھا؟" کچھ دیر بعد اسے دوبارہ دہرانا پڑا۔

"آں ... ہاں ... بہت محنت کرتی ہیں آپ بچوں پر۔" پرنسپل صاحب کے تاثرات عجیب لگے اسے۔

"جی سر! میرے خیال میں فرض کی بجا آوری مکمل دیانت داری سے انجام دینی چاہیے جو انسان اپنے فرض سے مخلص نہیں وہ کسی بھی سے بھی مخلص نہیں ہوتا۔ ہماری زندگی فرض کی بنیاد پر ہی تو تعمیر ہے۔"

"فلسفہ زندگی ہر شخص کی ذہنی استطاعت کے مطابق چینج ہوتا رہتا ہے جہاں حیات از سر نو مربوط ہوتی ہیں۔"

"اور کیا ایکٹو ... یہ ہیں آپ کی؟" ان کی نگاہیں بہت احتیاط سے اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ فیروزی سادہ کاٹن کی شرٹ وہائٹ شیشوں کی کڑھائی سے مزین شلوار دوپٹے میں وہ نکھری نکھری لگ رہی تھی۔ سادہ پرکشش چہرے پر سیاہ جگنوؤں کی طرح آنکھیں ... طراز تھیں۔

"کچھ نہیں ... یوں ہی بچوں سے تنگ ہونے کے بعد چار بجے کوچنگ سینٹر جاتی ہوں۔"

"اوف ... کوئی پرابلم ہے آپ کے ساتھ؟" وہ آج مکمل ہمدردی کرنے پر تیار تھے۔

"آج کل کے دور میں پریشان تو ہر کوئی ہے کوئی کم کوئی زیادہ۔" اس نے انکساری سے کہا۔

"آپ کی پریشانی تو ہم دور کر سکتے ہیں۔ بولیے کتنی رقم درکار ہے آپ کو؟ آپ کے حسن پر تو خزانے خالی کیے جا سکتے ہیں۔" یکلخت ان کی آنکھوں میں خباثت چمک اٹھی تھی۔ پر وقار چہرہ ہوس پرست شیطان کے روپ میں اتنی جلدی بدلا کہ وہ جو ان کے رعب و وقار شریف النفس کردار کی دلدادہ تھی لمحے بھر کو اس کا ذہن ... مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ سن ہو کر رہ گئی۔

"آپ تو ایم ناسمجھی ہیں حسنہ آیئے کی سائیڈ چلتے ہیں۔" اس کی مفلوج خاموشی کو وہ اس کی رضامندی سمجھے تھے۔ مدہوش کن خیالات کی رو میں بہتے ہوئے انہوں نے حسنہ کا نرم ملائم ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پرجوش انداز میں دبایا۔ ایک کراہیت آمیز احساس نے اس کی حیات کو زندگی بخشی اسے ایسا ہی محسوس ہوا جیسے غلاظت میں اس کا ہاتھ ... ہو۔ غصے و جنون سے اس کی بری حالت ہو گئی تھی۔ پتھرائی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ دوسرے لمحے ہی اس کا نرم و نازک مخروطی ہاتھ اٹھا تھا اور ان کا دایاں رخسار سرخ کر گیا تھا۔ تھپڑ اتنا زور دار تھا کہ وہ

For more visit (exponovels.com)

لڑکھڑاتے گئے۔

"بڈھے شیطان میں تھوکتی ہوں تم پر بھی اور تمہاری دولت پر بھی۔"

"چیخو مت باہر آواز جائے گی۔" پرنسپل صاحب کو اس رویے کی ہرگز توقع نہ تھی۔ اسے غصے سے چیختے دیکھ کر وہ بوکھلا کر بولے تھے۔

"کیوں نہیں چیخوں۔ آپ کو اپنی عزت اتنی پیاری ہے اور دوسروں کی عزت آپ بازار میں بکنے والا حلوہ سمجھتے ہیں کہ قیمت لگائی اور خرید لیا۔" وہ بری طرح بپھری ہوئی تھی۔

"دیکھو لڑکی شور مت مچاؤ، تمہیں نوکری سے نکال دوں گا میں۔"

"لعنت بھیجتی ہوں میں یہاں نوکری پر، جہاں عصمتوں کی قیمت لگائی جاتی ہے۔ جوان بچوں کے باپ ہونے کے باوجود بیٹی کے برابر لڑکی کے ساتھ ......"

لمحے بھر میں تمام اسٹاف وہاں جمع ہو گیا تھا۔ حسنہ اتنا غصے میں چیخ چیخ کر بول رہی تھی کہ سب نے ہی سنا تھا۔ پرنسپل صاحب زبردست بوکھلاہٹ کا شکار تھے۔

وہ پھر وہاں رکی نہیں سیدھی نکلتی چلی آئی۔ غم و غصے سے برا حال تھا۔ اعتبار چکنا چور ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ سے شخصیت کی پرستار رہی تھی سنجیدہ، بردبار، پروقار لوگ اسے از حد پسند تھے آج اس تجربے سے بھی آزاد ہو گئی کہ چہرے دھوکا دیتے ہیں۔ آنکھیں دھوکے دیتی ہیں۔ انسان بکھر کر رہ جاتے ہیں۔ وہ کبھی روئی نہیں تھی مگر آج اس کا دل چاہ رہا تھا، خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے۔

♣ ——— ♣ ——— ♣

"بڑی بھابی رات کے کھانے میں کیا پکاؤں۔ ایک تو روز روز پکانے کا بڑا مسئلہ ہے کسی کو کچھ پسند نہیں تو کسی کو گوشت نہیں بھاتا۔ کوئی دال میں ہی مست رہنا پسند کرتا ہے۔ سب کی پسند یکساں ہو جائے تو پکانے کا سب سے بڑا مسئلہ حل ہو جائے۔" منجھلی امی ان کے پاس آکر بیٹھتی ہوئی بولیں جو ملازمہ کے ساتھ مل کر کچن کے سامان کی لسٹ لکھوا رہی تھیں۔

"ہمم تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو منجھلی۔ باورچی خانے کی رونقیں تو مردوں کے دم سے ہی آباد رہتی ہیں۔ عورتیں بھلا اتنا کیوں تردد کرنے لگیں۔ جو بھی میسر ہو جائے اللہ کا شکر کر کے کھا لیتی ہیں۔ یہ نخرے تو صرف مردوں کے ہی چلتے ہیں۔ ایسا کرو کریلے قیمہ بنالو، ہرے مسالے کے چاول عمر کو بہت پسند ہیں وہ بنالو ساتھ میں سلاد اور لوکی کا رائتہ بنا لینا۔ آلو میتھی چھوٹی تیار کر چکی ہے۔" انہوں نے پکانے کی ہدایت دیں۔ انہوں نے بڑی سعادت مندی سے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

"پڈنگ تو صائمہ ابھی بنا کر فریزر میں رکھ چکی ہے۔"

"سویٹ ڈش عمر اتنے شوق سے نہیں کھاتا۔ کچھ عادتیں اس دیس کی اس میں رچ بس گئی ہیں۔"

"یہ کوئی بری عادت نہیں ہے۔ اس دور میں میٹھا کم کم کھانا ہی صحت کے لیے مفید ہے۔"

"ہاں، میں خوش ہوں میرے بچے میں ایسی کوئی بری لت وہاں کی نہیں لگی جو ہمیں شرمسار کرتی۔"

"ارے بھابی یہ تو گھریلو تربیت اور خون میں رچی بسی شرافت، تربیت کا اثر ہے ورنہ غیر ملک تو یونہی بدنام ہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں کیا کچھ نہیں ہو رہا جو ہم دوسروں پر الزام لگائیں۔" چھوٹی امی باتوں میں حصہ لیتی ہوئی وہاں آکر بولیں۔ ملازمہ لسٹ لے کر جا چکی تھی۔

"ربیعہ کو بھیجتی جانا منجھلی، اچار کا مسالا اس سے تیار کراؤں گی۔" انہوں نے جاتی ہوئی منجھلی امی سے کہا۔

"وہ مہارانی تو کل سے بیٹی کی پٹی سے لگی بیٹھی ہیں۔ صرف اس کے لیے دلیہ بنایا ہے۔" وہ جل کر بولیں۔

"ابھی تک بخار نہیں اترا حسنہ کا؟" ان کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"پتا نہیں، صبح تک تو تھا، اب کا معلوم نہیں۔" وہ منہ بناتی ہوئیں وہاں سے چلی گئیں۔

For more visit (exponovels.com)

♣ —— ♣ —— ♣

"عمر کہاں رہتے ہیں آپ؟ نظر ہی نہیں آتے۔" وہ عامر کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ریشم وہاں آ کر بولی۔

"میرے خیال میں تم اپنی آئی سائیڈ چیک کراؤ۔ مجھے تو عمر زیادہ تر گھر میں ہی نظر آتے ہیں۔"

"شٹ اپ۔ میں نے تم سے بات نہیں کی۔" وہ ایک ادا سے بال جھٹکتی ہوئی بولی۔

"کوئی کام تھا مجھ سے؟" ان کے درمیان جھگڑے سے قبل وہ بول اٹھا۔

"میرے خیال میں گھر کی لڑکیوں کو صرف تم سے ہی کام ہوتے ہیں سوائے حسن کے۔" عامر شرارت سے بولا۔

"یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو؟" عمر مسکراتے ہوئے بولا۔

"بھائی میاں ہم بھی دو آنکھیں دو عدد کان رکھتے ہیں۔"

"اور سینگ ہمیشہ کی طرح غائب ہیں۔" ریشم جل کر گویا ہوئی۔

"جی، آپ کی دم غائب ہمارے سینگ غائب، حساب برابر۔" عامر قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

"کیا ہو گیا یار، کیوں آہ و زاری کر رہے ہو؟" منیب اندر سے نکلتا ہوا مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"تمہاری طرح احمق نہیں ہوا ہوں ابھی۔" وہ چیخ تپ گیا تھا۔ منیب کے ساتھ عمر بھی ہنس پڑے تھے۔

"کل کیا ہوا تھا جو تم دونوں خوف زدہ سے اندر دوڑتے ہوئے داخل ہوئے تھے؟" ریشم کو یکدم ہی یاد آیا۔

"مت پوچھو، کل عشق کی مار پڑی تھی۔" منیب عامر کو دیکھتے ہوئے ہنسا۔

"اے خبردار جو آگے کچھ بکواس کی۔" عامر سٹپٹا کر بولا تھا۔

"تم خاموش رہو عامر، ہاں بھئی بتاؤ کیسی عشق کی مار؟" عمر عامر کو گھورتے ہوئے بولا۔

"کچھ نہیں یار، اسے تو یونہی فضول بکواس کرنے کی عادت ہے۔" عامر اسے آنکھیں دکھاتا ہوا اٹھ کر چلا گیا۔

عمر نے بھی زیادہ زور دینا مناسب نہ سمجھا کہ ریما بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ فطرتاً "آزاد خیال و بے باک" تھا مگر ایک حد تک محدود رہتا تھا۔ اس وقت بھی عامر سے اس نے زبردستی نہ کی تھی۔

♣ —— ♣ —— ♣

"حسن کیا سوچ رہی ہو بیٹا؟" ربیعہ نے بستر پر لیٹی چھت کو گھورتی حسن سے پوچھا۔

"کچھ نہیں مما! بھلا سوچنے سے بھی حقیقت بدلا کرتی ہے؟"

"کوئی بات کرو، تین دن بعد آج بخار کا زور ٹوٹا ہے ورنہ میری تو جان نکلی ہوئی تھی۔"

"کیا بات کروں مما؟" اس نے ان کے بجھے ہوئے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ "مما! ایک کپ چائے مل جائے گی؟" اس نے ان کی دلجوئی کے لیے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں میری جان، ابھی لاتی ہوں۔" حسب توقع وہ اس کی فرمائش پر کھل اٹھی تھیں۔

ان کے جانے کے بعد اس نے تکیے سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ اس دن کے واقعے سے اس کے اندر اس قدر تباہی مچی تھی۔ اعصابی ٹینشن کے باعث وہ بستر پر پڑ گئی تھی۔ دل و دماغ ابھی تک بوجھل تھے۔ مما کو گئے چند لمحے گزرے تھے کہ بھاری قدموں کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ ایک ناگواریت اس کے چہرے پر چھائی۔ اس نے جھٹ چادر اوڑھ لی اور ہاتھ چہرے پر رکھ کر کروٹ کے بل لیٹ گئی۔ دروازے پر دستک دے کر وہ اندر داخل ہوا تھا۔ خوشگوار مہک پورے کمرے میں پھیل گئی تھی۔ اس نے چند لمحے دروازے میں کھڑے ہو کر اس کے بیڈ کی طرف دیکھا۔ جہاں وہ بے خبر سوئی ہوئی ظاہر کر رہی تھی۔ چادر جسم پر تھی، چہرے پر ہاتھ تھا۔ پھر وہ چلتا ہوا اندر آیا اور ایک کرسی اس کے بیڈ کے قریب رکھ کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"ہنہ۔۔۔ حسنہ مجھے معلوم ہے تم جاگ رہی ہو' اداکاری ختم کرو۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا مگر حسنہ کے انداز میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اس نے جھک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آپ۔۔۔ آپ جیسے سارے مرد کمینے ہوتے ہیں۔ لڑکیوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے والے۔" وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی تھی۔ اور ازحد نفرت انگیز لہجے میں بولی تھی۔

"کیا کمینگی دیکھ لی تم نے مجھ میں؟ کیوں ہر وقت میرے خلاف انگارے چباتی رہتی ہو۔" وہ تین دن سے اس کی خاطر خوار ہو رہا تھا۔ آج اس کا بخار ختم دیکھ کر خوش ہوا تھا۔ ربیعہ سے معلوم ہوا کہ وہ جاگ رہی ہے تو وہ سیدھا یہیں چلا آیا تھا اور شرارت کے طور پر اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔

"نفرت ہے مجھے آپ سے بہت گھٹیا اور ذلیل انسان ہیں آپ۔" وہ جیسے حواس باختہ ہوئی تھی۔

"اپنے حواسوں میں رہا کرو مجھ سے بات کرتے وقت' سمجھتی کیا ہو خود کو؟" پہلی بار وہ شدید طیش میں آیا تھا۔ ہر بار وہ اس کی تذلیل فراخدلی سے کیا کرتی تھی۔

"خوب سمجھتی ہوں آپ کی نیت میں' پہلے صائمہ آپ کی ہوس کا شکار بنی اب اس سے دل بھر گیا تو مجھے بہکانا چاہتے ہیں۔ مگر میں صائمہ نہیں ہوں آپ کی۔۔۔"

"حسنہ؟" اس کا ہاتھ بے ساختہ اٹھا تھا اور اس کے دایاں رخسار پر چار انگلیاں ابھر آئی تھیں۔ "تم نے مجھے اسمگلر کہا' شرابی عیاش بنایا میں تمہارے بچکانے احساسات سمجھ کر سب درگزر کرتا رہا کہ تم لاابالی و بے پروا لڑکی ہو۔ جو دوست کے کہنے پر چلنا پسند کرتی ہے۔ جو اپنی عقل استعمال نہیں کرتی۔ کبھی تنہائی میں بیٹھ کر سوچو' اپنی ان حرکتوں کو تو خود اپنا احمقانہ پن محسوس کرو گی۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ' باشعور و ذہین فہم لڑکی کو ایسی باتیں زیب دیتی ہیں؟ تم نے مجھے ہی نہیں گھر آئے میرے دوست شریف کو بھی نہیں بخشا' اسے بھی ڈاکو' اسمگلر' بدمعاش' جن جیسے خطابات سے نوازا۔ یہ سب باتیں تمہیں ایب نارمل ظاہر کرتی ہیں۔ تمہاری نگاہوں میں گھر آئے مہمان کا بھی احترام نہیں ہے اور اب کس بنا پر تم نے صائمہ کے ساتھ مجھے انوالو کیا ہے۔" وہ جیسے بھرے بادل کی طرح برسنے لگا تھا۔ غصے سے سرخ چہرے پر تھپڑ مارنے کا بھی ملال نہ تھا۔

"آپ ہیں کیا' میں جانتی ہوں۔ تھپڑ مار کر میری زبان بند نہیں کر سکتے آپ۔" وہ رخسار پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"بتاؤ میں کیا ہوں؟ صائمہ کا نام کیوں بار بار لیتی ہو؟" غصے سے وہ پھر اٹھا تھا۔

"خاموشی سے چلے جائیے عمر بھائی یہاں سے۔ جو میں جانتی ہوں وہ بیان نہیں کر سکتی۔"

"کیوں' دوسروں پر الزامات لگا کر چھلنی تو کر سکتی ہو حقیقت بیان نہیں کر سکتیں۔ اگر سچ ہے تو بولو۔"

"نہیں بولنا چاہتی میں کچھ۔ چلے جائیے یہاں سے۔" وہ بپھرے ہوئے انداز میں بولی۔

"میں تم سے بکواس کرنا چاہتا بھی نہیں ہوں۔" وہ دھپ دھپ کرتا باہر نکل گیا۔

"ہونہہ۔۔۔ جب اصلیت کھلتی ہے تو یونہی تلملاتے ہیں سب۔" اس نے غصے سے سوچا۔

گھر میں ایک دم ہی تناؤ کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ بڑی امی نے عمر کو حرا سے منسوب کرنے کے چرچے زور و شور سے شروع کر دیے تھے۔ چھوٹی امی نے بھی ارسل کے لیے اپنی بھتیجی کا انتخاب کر لیا تھا اور ارسل کے آنے پر منگنی کا پروگرام رکھا تھا۔ منجھلی امی خسارے میں رہی تھیں کیونکہ انہوں نے دونوں کی ہی (عمر اور ارسل) کے سلسلے میں خوب خدمتیں کی تھیں اور دونوں نے ہی بڑی جھنڈی دکھا دی تھی۔ چھوٹی کو بھی ملال تو ہوا تھا کہ عمر جیسا لڑکا ان کا داماد بن سکتا مگر وہ یہ سوچ کر مطمئن ہو گئی تھیں کہ ارسل بھی اب بزنس میں اس کے ساتھ شریک ہے۔ جیسے ہو گا تو داماد اچھے خاندان کے مل جائیں گے مگر بڑی امی سے وہ بھی

For more visit (exponovels.com)

منجھلی کی طرح خار کھانے لگی تھیں۔

"منجھلی! آج کوئی مزے دار سا کھانا نہیں کھائیں گے' ایسا کرو کڑھی چاول بنالو بہت عرصہ ہو گیا ایسے کھانے کھائے ہوئے۔" بڑی امی لاؤنج میں بیٹھی منجھلی امی سے مخاطب ہوئیں۔

"ملازمہ کو بولیں بنالے گی' میرے پاس تو وقت نہیں اپنے کاموں کے لیے۔"

"خیریت ہے کیا ہوا؟" وہ کئی مہینوں سے ان سے ناراض سی تھیں۔ آج تنکا سا جواب سن کر انہیں یقین نہ آیا کہ یہ وہی دیورانی ہے جو بیٹیوں کے ساتھ ان کی جی حضوری میں لگی رہتی تھیں۔

"جی بڑی امی' آپ ملازمہ سے کہہ دیں' می کے پاس ٹائم نہیں ہے۔" ریشم مسکرا کر بولی۔

وہ حیران سی چھوٹی دیورانی کی طرف آگئیں اور اندر سے آتی آوازیں سن کر وہیں رک گئیں۔

"کتنی چالاک نکلی ہیں بڑی امی' خود مشکل سے کروائیں' ان کا ہر کام ہم نے کیا اور دلہن بنانے کا سوچ رہی ہیں حرا کو۔ دوغلی عورت' سچ میرا تو دل نہیں چاہ رہا انہیں دیکھنے کو بھی۔"

"چھوڑو ریشم مجھے پہلے پتا تھا ایسا ہی ہوگا۔" افشاں کی سنجیدہ آواز اندر سے ابھری تھی۔

"بےکار جواب کسی کام کو ہاتھ لگایا ان کے۔ ہم کوئی ملازم تھوڑی ہیں جو اشاروں پر چلیں گے کتنی آؤ بھگت کی چھوٹی کی بھی مگر اس نے بھی جوتا ہی مارا۔ میں تو اب منہ لگانے والی نہیں کسی کو بھی۔ ہم سے اچھی رہیعہ رہی۔" اندر سے آتی منجھلی امی کی آوازیں سن کر وہ پژمردہ سی ہو گئیں۔ دل کو ایک دھچکا سا لگا تھا۔ ان کی خود غرضیوں نے انہیں صدمہ پہنچایا تھا مگر وہ ان کا وہ دکھ نہ محسوس کر سکیں جو ان کی خود غرضی سے انہیں پہنچایا تھا۔

بڑے ابو حج کر کے واپس آ گئے تھے۔ ان سے ملنے مبارک باد دینے والوں کا ہجوم ہمہ وقت رہتا تھا۔ اس نے بھی دو دن کی چھٹی کوچنگ سینٹر سے کی تھی مگر پھر زیادہ چھٹیاں نہ کر سکی کہ فرسٹ ائر کے پیپرز شروع ہو چکے تھے۔ اس کی مصروفیت بھی دوگنی ہو گئی تھی۔ دوبارہ اس نے کسی اسکول میں جاب کے لیے اپلائی نہیں کیا تھا کہ چہروں سے اس کا اعتماد اٹھ گیا تھا۔ کوچنگ سینٹر میں تمام ٹیچرز تھیں اس لیے مطمئن ہو کر وہ جاب کر رہی تھی۔ شام کو واپسی پر خلاف توقع وہ نشاء کو دیکھ کر مسرت سے جھوم اٹھی تھی اور سینڈل اتارے بغیر اس سے لپٹ گئی۔

"ہائے نشاء کب آئیں تم ایبٹ آباد سے؟" بہت گرم جوشی سے وہ اس کا ہاتھ پکڑے پوچھ رہی تھی۔

"صبح کی فلائٹ سے ممی ڈیڈی کے ساتھ آئی ہوں اور آتے ہی مجھے تم سے ملنے کی بے چینی تھی سو دوپہر کو ہی آگئی تھی۔ مگر یہاں آکر معلوم ہوا تم کوچنگ سینٹر گئی ہوئی ہو۔" نشاء اس کے قریب بیٹھ کر پوچھنے لگی۔ اس نے اشتیاق سے ایبٹ آباد کے بارے میں پوچھا جہاں وہ پورے دو مہینے گزار کر آئی تھی۔ اپنی ددھیال فیملی میں وہ بھی گزرا ہوا ایک ایک لمحہ اسے سنانے لگی۔ وہ پوری دلچسپی سے سن رہی تھی۔

"تمہارا کزن کا کیا حال ہے؟" اسے اچانک جیسے یاد آیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ آہستگی سے بولی۔ عمر نے اسے بالکل ہی نظر انداز کر دیا تھا۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی اس کا موڈ آف ہو جاتا تھا اور وہ بہت خوش تھی اس کے اس انداز پر۔

"پھر تو کوئی حرکت نہیں کی اس نے؟" وہ سرگوشی کرتی ہوئی بولی۔

"نہیں' میں نے بالکل لفٹ نہیں دی۔" وہ اس کے ذکر سے بچنا چاہتی تھی۔ اس لیے نشاء کو ٹالا۔

"ایسا تو ممکن نہیں ہے ایک ہی جگہ رہتے ہوئے اسے موقع نہ ملا ہو۔" نشاء موضوع سے ہٹنے کو تیار نہ تھی۔ اس کی مسکراتی نگاہیں اس کے سنجیدہ چہرے پر تھیں۔

"سچ! کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے نشاء تم صرف عمر بھائی کا ذکر کرنے کے لیے میرے پاس آتی ہو۔"

For more visit (exponovels.com)

"کیوں بھلا؟ میں نے تو آج تک انہیں دیکھا بھی نہیں ہے۔" وہ سٹپٹا کر بولی۔

"دیکھنا بھی نہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

♣ — ♣ — ♣

دو دن قبل ارسل لندن سے آگیا تھا۔ چھوٹی امی اور ربیعہ، افشاں بہت خوش تھیں۔ ارسل کی خوش مزاجی و ملنسار طبیعت کے باعث سب ہی اسے پسند کرتے تھے سب کو ہی اس کے آنے کی خوشی یکساں ہوئی تھی۔ مزید طرح لندن کی آب و ہوا اسے بھی خوب راس آئی تھی جسم قدرے بھر گیا تھا۔ خود بھی کافی چارمنگ ہو گیا تھا۔

رات کے کھانے پر حسب معمول سب جمع تھے۔ بڑے ابو کے حج سے آنے کے بہت دنوں بعد آج کھانے پر صرف گھر والے موجود تھے۔ بڑے ابو کا چہرہ پر نور تھا۔ کچھ کمزور بھی ہو گئے تھے مگر شخصیت کا رعب و دبدبہ قائم تھا۔

"صادق! تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے؟ بیمار ہو کیا؟" کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا۔ ان کی نظر بہت خاموش و کمزور سے صادق پر پڑی تو وہ فکرمندی سے بولے۔

"نہیں بھائی جان! اللہ کا احسان ہے، بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔" وہ مبہم سا مسکرائے۔

"نہیں مجھے ربیعہ بھی بہت کمزور اور افسردہ دکھائی دے رہی ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولے۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ڈیڈی۔ آپ چھوٹی امی کی بات سنیں وہ آپ سے ضروری بات کرنا چاہ رہی ہیں۔" ثانو نے بہت چالاکی سے باپ کی توجہ دوسری طرف کی کہ مبادا صادق صاحب کی بدحالی کا انہیں علم نہ ہو جائے اور گھر میں نیا ہنگامہ کھڑا ہو۔

"بھائی صاحب! میں ارسل کی منگنی کرنا چاہتی ہوں۔" انہیں اپنی طرف متوجہ دیکھ کر وہ بولیں۔

"اب ماشاء اللہ ارسل برسر روزگار ہیں، منگنی نہیں شادی کی عمر ہے ان کی۔"

"آپ بزرگ ہیں ہمارے جو آپ کا فیصلہ ہوگا ہمیں منظور ہوگا۔" چھوٹے چچا ادب سے بولے

"کون سی لڑکی کو پسند کیا ہے ارسل کے لیے؟" بھائی بھاوج کی فرمانبرداری انہیں نہال کر گئی تھی۔

"قمر بھائی کی بیٹی ہے اجالا، بہت موہنی پیاری سی اسی سال تعلیم سے فارغ ہوئی ہے۔ ارسل کی جوڑی اس کے ساتھ بہتر لگے گی۔" چھوٹی امی مسکرا کر خاموش بیٹھے ارسل کی طرف دیکھ کر بولیں۔

"ٹھیک ہے جو آپ لوگ بہتر سمجھیں وہی کریں ورنہ ہمارا خیال تھا گھر کی لڑکیاں اب باہر نہ بیاہی جائیں کیونکہ چار لڑکیاں دوسرے خاندانوں میں دے چکے ہیں کہ ان کی عمر کے لڑکے تعلیم حاصل کر رہے تھے اس وقت رشتے بھی بہترین آئے تھے مگر اب تو ایسا نہیں ہے یہ اختیار تو ماں باپ کو ہی استعمال کرنا چاہیے۔ یہاں ہم زبردستی کے قائل نہیں ہیں بس یہ بات ضروری ہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی ان کی رضامندی لازمی ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے کہنے لگے۔

♣ — ♣ — ♣

"رات کا نا معلوم کون سا پہر تھا اس نے کروٹ بدلی تو کھڑکی سے چاندنی کا عکس اس کے چہرے پر پڑا تھا۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ اندھیرے میں سونے کی عادی تھی۔ وہ بیڈ سے اٹھی اور کھڑکی کی جانب بڑھی جو رات کو اس نے ہوا کے لیے کھولی تھی کہ لائٹ جانے کی وجہ سے گرمی لگ رہی تھی۔ پھر لیٹتے ہی سو بھی گئی تھی۔ اس نے کھڑکی بند کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو لان کے آخری سرے پر سنگھار کے درختوں کی جانب کریم لہراتا ہوا آنچل کا کونا نظر آیا۔ اس کی نیند اڑ گئی، وال کلاک کی جانب دیکھا جہاں ڈیڑھ بج رہا تھا اس نے چند لمحے ہو کے کچھ سوچا پھر دوپٹہ اوڑھ کے سلیپر پہنتی ہوئی آہستگی سے باہر نکل آئی۔

ماحول پر تاریکی کا راج تھا۔ لان میں اکلوتا مرکری بلب جل رہا تھا۔ جس کی روشنی اتنے وسیع لان کے لیے ناکافی تھی۔ وہ دبے قدموں سے آگے بڑھنے لگی۔

For more visit (exponovels.com)

گلاب کے کنج کے پاس جا کر وہ رک گئی تھی کیونکہ صائمہ کی رونے کی آواز آرہی تھی۔

"میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں صائمہ میں ممی کی خواہش پوری نہیں کر سکتا۔ میں بڑے ابو کو اعتماد میں لے کر بتادوں گا کہ میں صائمہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز خاموش ہو جاؤ۔" آواز سن کر وہ حیرت زدہ رہ گئی۔ اسے اپنی سماعت پر دھوکا ہوا تھا۔ اس نے جھک کر جھاڑی سے دیکھا گرین سوٹ میں صائمہ بیٹھی بہتے آنسوؤں کو صاف کر رہی تھی اور اس سے کچھ فاصلے پر وائٹ شلوار سوٹ میں ملبوس ارسل بیٹھا تھا۔ بہت اداس پریشان اسے دلاسے دے رہا تھا۔ وہ حیرت و شرمندگی سے گنگ سی رہ گئی تھی۔ اس نے عمر پر کتنے شرمناک الزامات لگائے تھے صائمہ کے کردار سے بھی متنفر ہو گئی تھی۔ بغیر دیکھے پرکھے کچھ بھی اخذ کر لینا کتنی بڑی حماقت و بے وقوفی ہوتی ہے وہ شرمندہ سی ہو گئی تھی۔

"چھوٹی امی مجھے کبھی دل سے قبول نہیں کریں گی ارسل۔" صائمہ کی سسکیوں کے دوران آواز ابھری۔

"میری ماں ایسی بھی نہیں ہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا تم اب جا کے سو جاؤ بہت ٹائم ہو رہا ہے۔"

"شکر ہے آپ کو احساس تو ہوا بہت ٹائم ہو رہا ہے۔" وہ یکدم ہی ان کے سامنے چلی گئی تھی۔ وہ دونوں ہی بے تحاشا بوکھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"محبت کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ مگر راتوں کو اس طرح ملاقاتیں کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔ ارسل بھائی اگر آپ کو صائمہ سے سچی محبت ہے تو آپ کو اپنے جذبوں پر اعتماد ہونا چاہیے جذبے خود اپنا آپ منواتے ہیں اور صائمہ تم سب کے اعتماد کو دھوکا دے رہی ہو۔ اعتماد ساری زندگی کی مشقت کے بعد بنتا ہے مگر اسے ٹوٹنے میں لمحہ چاہیے اور یہ اگر ایک بار ٹوٹ جائے تو کبھی پھر نہیں بن پاتا۔ رات کی تاریکیوں میں پروان چڑھنے والی محبتیں ان کے اجالوں میں بھی قابل عزت و احترام نہیں ہوتیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے حسنہ' ہماری محبت بہت پاکیزہ ہے۔" صائمہ اس کے قریب آکر بولی۔

"میں الزام نہیں لگا رہی ہوں سمجھا رہی ہوں۔ شریف و باکردار لڑکیوں کو زیب نہیں دیتیں ایسی حرکتیں۔ خود سوچو میرے علاوہ گھر کے کسی دوسرے فرد کی نظر میں تم دونوں آجاتے تو کیا ہوتا بڑے ابو تو گرمیوں میں اکثر تہجد کی نماز لان میں پڑھتے ہیں۔" اس کا مقصد انہیں شرمندہ کرنا نہیں تھا۔ بلکہ اس ناقابل قبول فعل سے متنفر کرنا تھا۔ ان دونوں کے چہروں پر چھائی خجالت و خاموشی اس بات کی غماز تھی کہ وہ بھی اس طرح ملاقاتیں نہ کریں گے۔ وہ کمرے میں آکر بھی کچھ دیر مضطرب سی رہی تھی اس احساس سے کہ وہ عمر پر کیسے الزامات لگا چکی تھی۔

"ممی! آپ نے بات کی عمر سے حرا کے متعلق دوبارہ؟" ثناء چائے چھانتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"کہاں' آج کل پھر اس قدر مصروف ہے اور گھر میں جو افراتفری مچ گئی ہے ارسل کے انکار سے کہاں وقت مل رہا ہے اس سے بات کرنے کا۔" وہ کپ ٹیبل پر رکھ کر بولیں۔

"چھوٹی امی کیا کہہ رہی ہیں' وہ مان جائیں گی صائمہ کو بہو بنانے کا۔" ثنا مسکرا کر بولی۔

"جب بھائی راضی نہیں ہے کسی اور سے شادی کرنے پر تو کیا کریں گی وہ اور تمہارے ابو نے بھی سمجھایا ہے کہ جہاں ارسل کی خواہش ہے شادی وہیں ہونا چاہیے کہ زندگی اسے گزارنی ہے۔"

"عمر بھی مجھے ہاتھ آتا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ کچھ کیجئے ورنہ آپ بھی چھوٹی امی کی طرح آہیں بھرتی دکھائی دیں گی۔" ثناء جتانے والے انداز میں بولی۔

"ارے اللہ نہ کرے' کیسی باتیں کر رہی ہو آپی؟" حسنہ منہ بنا کر بولی۔

"خود سوچو' کیوں منع کر رہا ہے وہ حرا سے شادی کرنے کو کوئی وجہ تو ہو گی۔"

"السلام علیکم' آپ دونوں کیوں میرے خلاف محاذ بنائی رہتی ہیں۔" عمر اندر آتا ہوا بولا۔

"اکلوتے بھائی ہو تم ہمارے' تمہیں تو ہماری

For more visit (exponovels.com)

خوشیوں کا ورا ابھی خیال نہیں ہے۔" چچا نے کہا۔

"اور حرا میں کیا برائی ہے؟ جو تم اسے نظر انداز کر رہے ہو؟" شنا نے اسے گھور کر کہا۔

"پلیز آپی۔۔۔ میں ابھی شادی کے متعلق نہیں سوچنا چاہتا۔" وہ اکھڑے انداز میں بولا۔

"کیوں آخر معلوم بھی تو ہو کیا وجہ ہے؟" بڑی امی چونک کر بولیں۔

"وجہ یہی ہے میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا اور حرا سے تو ہرگز نہیں۔" وہ تیز تیز بولتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ تینوں ماں بیٹیاں ایک دوسرے کا منہ دیکھتی رہ گئیں۔

"ہیلو کامریڈ۔۔۔ کیا ہو رہا ہے؟" وہ لان میں بنچ پر بیٹھی سوچوں میں گم تھی۔ غیب اور عامر اس کے پاس چلے آئے۔

"کچھ نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ دونوں نیچے گھاس پر نیم دراز ہو گئے تھے۔

"یار تم اتنا سنجیدہ کیوں ہو گئی ہو؟ قسم سے گھر میں نہ تو اب برتن ٹوٹنے کے جلترنگ بجتے ہیں نہ ہی تینوں امیوں میں سے کسی کا بلڈ پریشر ہائی ہوتا ہے اور نہ ہی کزنز میں سے کسی کے چیخنے پکارنے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ گھر میں جمود طاری ہو گیا ہے، بے مزہ ہو کر رہ گئی ہے زندگی۔ پلیز یار واپس آ جاؤ اپنی پرانی روٹین پر تاکہ زندگی کچھ تو متحرک ہو۔" عامر گویا فریاد کرتا ہوا بولا۔

"کیوں باتیں بنا رہے ہو؟ گھر میں تو اب بہت سکون ہے، میری بدتمیزیوں کی وجہ سے ہنگامہ رہتا تھا، مجھے اچھا نہیں لگتا اب بس اور کام بھی نہیں ہوتا۔"

"تم جاب کیوں کر رہی ہو؟ ہمیں پسند نہیں ہے تمہارا جاب کرنا اور خصوصاً عمر تو اسی کوشش میں ہے کسی طرح تمہاری جاب چھڑا دے، تم چھوڑ دو نا پلیز۔ گھر میں ہو گی تو رونق رہے گی تمہاری وجہ سے، ہم سب بور ہوتے ہیں۔" غیب التجائیہ انداز میں بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا میری جاب تم لوگوں کا کیا بگاڑ رہی ہے۔" وہ جھنجلا کر کھڑی ہو گئی۔

"تم کسی حق دار کا حق مار رہی ہو۔ ہو سکتا ہے، کسی دوسری لڑکی کو اشد ضرورت ہو اس نوکری کی جس پر تم قبضہ جمائے بیٹھی ہو۔ تمہیں کس چیز کی کمی ہے؟ تم شوقیہ کر رہی ہو۔"

"اب میں تمہیں کس طرح سمجھاؤں؟ ہمارے پاس صرف بھرم بچا ہے اور یہ بھی بہت کمال کی بات ہے کہ ہم ڈولتی ہوئی ناؤ میں سمندر عبور کر رہے ہیں۔" اس نے آزردگی سے سوچا۔

"مجھے سونے میں جا رہی ہوں۔" ان دونوں کے روکنے کے باوجود وہ رکی نہیں۔ اپنے پورشن کی طرف آئی اور لاؤنج میں بڑے ابو کو بیٹھا دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ وہ اپنا کمرہ چھوڑ کر اس طرح وہاں آئے تھے۔ گھر کے تمام بڑے موجود تھے۔ دونوں چچاؤں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ بڑی امی، چھوٹی، منجھلی بھی ان کے ساتھ حواس باختہ نظر آ رہی تھیں۔ ارسل اور عمر ایک ساتھ افسردہ بیٹھے تھے جب کہ ربیعہ بیگم بھیگی آنکھیں صاف کر رہی تھیں، بابا خاموش بیٹھے تھے۔

"کیسا اندھیر مچا ہوا ہے، ایک گھر میں، ایک چھت تلے رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے اس قدر بیگانے والا تعلق رہا ہے تم لوگ۔ ایک بھائی برباد ہو گیا اور تم لوگوں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی؟" وہ طیش کے عالم میں تھے۔

"آج عمر کسی کام سے ان کی فیکٹری گیا تو معلوم ہوا وہ فیکٹری بیچ چکے ہیں۔ اسے یقین نہیں آیا مگر کاغذات دیکھ کر اسے یقین کرنا پڑا۔ وہ از حد فکر مند ہو گیا تھا کہ ایسا کیوں ہوا؟ وہ تو جیسے بالکل قلاش ہو گئے تھے۔ دوسری فیکٹری و کارخانے پر بھی دوسروں کی ملکیت دیکھ کر اس کا دماغ دھماکوں کی زد میں آ گیا تھا۔ اس کی نگاہوں میں حسنہ کا چہرہ آ گیا تھا وہ جاب کر رہی تھی حالانکہ اس کا شوق ٹیچر بننے کا نہیں تھا۔ لیڈر ٹائرنگ ایجنسی میں انٹرویو دینے جاتا۔ ایک ایک کر کے اس کے بزنس کی ٹھاٹ چلی گئی۔ افسوس و دکھ سے اس کا برا حال تھا۔ راستے میں کئی جگہ ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا۔

For more visit (exponovels.com)

تھا۔ پھر آکر اس نے خود تمام صورت حال بڑے ابو کو بتائی تھی۔ پہلے تو انہیں بھی یقین نہیں آیا۔ پھر تصدیق کرنے کے لیے وہ ان کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے روداد انہیں سنادی۔

"ربیعہ اور صادق ہم سے اتنا تعلق رکھتے کب ہیں؟ اور ربیعہ نے کبھی ہمیں اپنا سمجھا ہی نہیں جو اپنے دکھ ہمیں بتائیں۔" بڑی امی شاطر لہجے میں صاف خود کو نکالنے لگیں۔

دروازے کے پیچھے کھڑی حسنہ کا شدت سے دل چاہا کہ ان کی اصلیت کھول دے مگر جانتی تھی بڑے ابو غصے میں ہیں اور نہ معلوم ان کا کیا انجام کریں سو ربیعہ کی طرح وہ بھی خاموش رہی۔

"ربیعہ پر الزام مت لگاؤ۔ یوں بولو کہ تم فاخرہ کی وجہ سے آج تک ربیعہ کو دل میں جگہ نہ دے سکی ہو اور نہ ہی صادق کو معاف کیا ہے تم نے اور تمہاری وجہ سے دونوں بہوؤں نے بھی انہیں وہ مقام نہیں دیا جس پر ان کا حق ہے۔" وہ گرج کر بولے

"رہنے دیجیے بھائی صاحب، پرانے قصے بچوں کے سامنے دہرانے اچھے نہیں لگتے۔"

"میرے اندر آگ لگی ہوئی ہے صادق۔ میں نے چھوٹے بھائیوں کو بیٹوں کی طرح چاہا ہے اور ان دونوں نے میرے پیچھے سے ساری محنت اور رواداری پر مٹی ڈال دی۔ سگے خون میں اتنی بے مروتی، بے حسی غیروں کو بھی مات دے دی تم لوگوں نے، جس طرح اینٹ سے اینٹ جوڑ کر مکان مضبوط ہوتا ہے اس طرح رشتے کو رشتہ مضبوط کر کے محبت مستحکم ہو جاتی ہے۔"

"ہم معافی چاہتے ہیں بھائی جان، آپ سے بھی اور صادق سے بھی، شرمندہ ہیں۔" دونوں چھوٹے بھائی شرم سے پسینہ پسینہ ہو گئے۔ بیویوں کے بہکاوے میں آکر وہ کتنے پست ہو گئے تھے۔

"مجھے افسوس اس بات کا ہے چچا جان۔ آپ نے ہمیں اپنا بیٹا نہیں سمجھا۔ برسوں کا جما ہوا بزنس فروخت کر ڈالا، پارٹنر کے فراڈ کا بھی نہیں بتایا۔ اجنبیت اور غیریت آپ نے بھی ہم سے بہت برتی ہے۔ یہ

افسوس مجھے تاحیات رہے گا۔" عمر ازحد ملول و دل گرفتہ تھا۔

"آپ اس وقت ہی بتا دیتے تو وہ فراڈیہ روپوش نہیں ہو سکتا تھا۔" ارسل گویا ہوا۔

"بھاگ تو اب بھی وہ نہیں سکتا، یہ دنیا بہت چھوٹی ہے، بہت جلد ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ ایسے لوگ زیادہ دیر چھپے نہیں رہ سکتے۔" عمر نے پرعزم لہجے میں کہا۔

"دل برا مت کرو، تم میرے بیٹے ہو۔ میں کسی کو پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

"اور خود پریشان ہوتے رہے۔ آپ بے فکر ہو جائیے، میں کراچی میں ہوزری ملز لگانا چاہ رہا ہوں اس کے لیے ہمیں سرپرست کی ضرورت ہے اور مجھے امید ہے آپ کے تجربے سے ہم فائدہ اٹھائیں گے، آپ سرپرستی کریں گے یہاں کے بزنس کی۔" عمر نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مطمئن لہجے میں کہا۔ صادق صاحب نم آنکھوں سے مسکرا دیے۔ فضا یکدم ہی خوش گوار ہو گئی تھی۔ حسنہ اندر چلی گئی تھی۔ بڑی امی کی پیشانی شکن آلود تھی۔

"ڈیڈی! آپ نے مجھے بلایا ہے؟" عمر نے اندر آتے ہوئے استفسار کیا۔

"ہاں آؤ بیٹھو۔" انہوں نے سنجیدگی سے اپنے قریب صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

"جی ڈیڈی۔" وہ قریب بیٹھ گیا تھا۔

"عمر، صادق کے ساتھ جو ہوا اس سے ہمیں ازحد افسوس ہے، ہم خود سے نگاہ نہیں ملا پا رہے ہیں۔ اس کا مداوا یہی ہے کہ ہم حسنہ کو اپنی بہو بنالیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ ہمارا کیا قصور اس قصے میں؟" بڑی امی چمک کر بولی تھیں۔

"تمہیں جرأت کب سے ہو گئی کہ ہمارے فیصلوں میں مداخلت کرو؟" وہ آگ بگولا ہو گئے۔

"مم۔۔۔ وہ۔۔۔ میں ماں ہوں، مجھے بھی حق ملنا چاہیے بہو پسند کی لانے کی۔"

"حسنہ پسندیدہ بہو بننے کے لائق نہیں ہے؟"

For more visit (exponovels.com)

انہوں نے آتش فشاں نگاہوں سے دیکھا۔

"میں نے بچپن سے ہر اونچ نیچ ، سو کے روپ میں دیکھا ہے۔" انہوں نے ہمت سے کہا۔

"فیصلہ ہم عمر پر چھوڑتے ہیں۔ وہ جس کو منتخب کرتا ہے؟"

نشاء کی منگنی ہو رہی تھی۔ وہ تیار ہو کر نشاء کے ساتھ ہوٹل پہنچ چکی تھی۔ نشاء کی منگنی کا پروگرام اچانک ہی طے پایا تھا۔ اس کی ممی کارڈ دینے آئی تھیں اور ان کی زبانی معلوم ہوا اس کی منگنی اس کی اس پیپر والے کے ساتھ ہو رہی ہے جسے نشاء سخت ناپسند کرتی تھی۔ اسے شدید حیرت تھی اس کے ماننے پر۔ اور اسے ابھی تک موقع نہیں ملا تھا کہ وہ اس تبدیلی کے متعلق جان سکے کیونکہ یہ خیال بھی وہ رد کر چکی تھی کہ منگنی کسی زبردستی کا نتیجہ ہے کیونکہ نشاء بہت خوش تھی۔

"مجھے بتاؤ پلیز، تم کس طرح مانیں تمہارے کزن تو کیریکٹر لیس ہے؟" ڈریسنگ روم میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ وہ پوچھتے ہی حیرانی سے بولی۔

"کیریکٹر لیس؟ ارے نہیں وہ تو اتنا بورنگ ہے کہ مجھے آج تک نظر بھر کر بھی نہ دیکھ سکا۔"

"واٹ؟ لیکن وہ ... تم تو کہہ رہی تھیں...؟"

"وہ سب مذاق تھا۔ دراصل جب تم نے اپنے کزن کے متعلق بتایا کہ اس نے تمہیں لاکٹ پہنایا تھا اور عجیب طریقے سے تمہیں دیکھتا ہے۔ میں جب ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ تم سے شدید محبت کرتا ہے اور میں چاہتی تھی میرا کزن بھی مجھ سے ایسے ہی دل و جان سے فدا ہو۔ مگر وہ تو ایسا نہیں ہے ایک مرتبہ میں نے خود ہی اظہار محبت کر دیا تو اس نے مجھے وہ ڈانٹ لگائی تھی کہ مہینے بھر تک نہیں آیا تھا۔ بعد میں خالہ، خالو میرا پرپوزل لے کر آئے تھے۔ یعنی اس نے رشتہ بھیج دیا تھا۔"

"یعنی تم نے مجھے بے وقوف بنایا۔ تم جو کہتی گئیں وہ میں کرتی گئی۔ جبھی میں پریشان ہوتی تھی کہ میرے بجائے تمہیں عمر سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ یہ تم نے دوستی کا بدلہ دیا ہے؟ دوست ایسی ہوتی ہیں؟"

"ڈونٹ مائنڈ یار۔ ایسے جوک انجوائے کرتے ہیں۔" وہ کھلکھلاتی ہوئی بولی۔

"درست کہہ رہے تھے عمر بھائی، احمق ہو تم۔ میں کس قدر بے وقوف تھی۔" اسے ازحد شرمندگی ہو رہی تھی۔ کس قدر بچکانہ و احمقانہ حرکتیں کر چکی تھی وہ۔ عمر کی ایک ایک بات اس کے ذہن میں گونج رہی تھی اور وہ شرمندگی سے خود کو زمین میں دھنستا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ نشاء کی صورت اسے زہر لگ رہی تھی۔

مہمان سب آ چکے تھے۔ نشاء کے سسرالی بھی آ گئے تھے اور اب منگنی کی رسم ہو رہی تھی۔ اسے سب کچھ برا لگ رہا تھا۔ پہلے سے دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ وہ خاموشی سے باہر بالکونی میں آ کھڑی ہوئی۔ نیچے صاف ستھری کشادہ سڑک پر ٹریفک رواں دواں تھی۔ لال ہری پیلی بتیاں جگمگ کر رہی تھیں۔ اندر ہال میں رسم ہو رہی تھی مگر اسے اب کسی قسم کی دلچسپی نہ رہی تھی۔ نشاء کے بلاوے کے باوجود وہ اندر نہیں گئی تھی۔

"حسنہ! آپ یہاں ہو؟ اندر چلو سب انتظار کر رہے ہیں تمہارا، نشاء کی عزیز دوست ہو اس کی کزنز سسرالی رشتے دار تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"سوری آنٹی! میری طبیعت اچانک ہی خراب ہو گئی ہے، میں کسی سے مل نہیں سکتی۔ آپ مجھے ڈرائیور کے ہمراہ گھر پہنچا دیں۔" اس کی طبیعت اندر ہی اندر بکھرنے لگی تھی۔

"اچھا میں آپ کو جانے تو نہیں دیتی مگر واقعی آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔" اس کا چہرہ دیکھ کر وہ فکرمندی سے بولیں اور ساڑھی کا پلو سنبھالتی وہاں سے چلی گئیں۔

"کیا ہوا حسنہ؟ ممی بتا رہی ہیں تمہاری طبیعت خراب ہو گئی ہے۔" نشاء لہنگا سنبھالتی گھبرائی ہوئی خود ہی وہاں چلی آئی۔

"کچھ نہیں ایسے ہی سر میں درد ہو رہا تھا۔" وہ اس سے نگاہیں چرا کر بولی۔

"اچھا باہر تو چلو' کولڈ ڈرنکس لو گی پھر فریش ہو جاؤ گی۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی باہر لے آئی اور اپنے منگیتر کی طرف بڑھ گئی۔ جو اپنے دوست کے ساتھ گپ شپ کی باتوں میں مصروف تھا۔

"شری ان سے ملو' یہ ہے میری بیسٹ فرینڈ حسنہ۔" وہ بے تکلفی سے تعارف کروا رہی تھی۔

"اوہ آپ۔" وہ بوکھلا کر بولی۔ کیونکہ وہ وہی نوجوان تھا جو عمر کا دوست تھا اور غصے میں وہ ایک مرتبہ اس کی درگت بنا چکی تھی اور بعد میں تنہائی میں اس کی حماقتوں پر خوب ہنسی تھی۔ اب وہی نشاء کے منگیتر کے روپ میں اس کے سامنے تھا۔ نشاء کی بکواس پر اسے یقین آ گیا تھا کہ واقعی وہ بہت احمقانہ حد تک شریف انسان تھا اس کے ساتھ سیاہ ڈنر سوٹ میں ملبوس عمر کو دیکھ کر اسے اپنی حماقتوں کا اور بھی شدتوں سے احساس ہوا تھا۔

"عمر بھائی! آئی ایم سوری۔ نشاء نے جو بھی آپ سے بدتمیزی کی وہ سب میری وجہ سے ہوا' میں ہی اسے اکساتی تھی۔ پلیز اسے اور مجھے معاف کر دیجئے گا۔"

"آپ مجھے شرمندہ نہ کریں بھابی۔ ان کی دانش مندی سے تو میں خود واقف ہوں۔" اس نے برابر میں کھڑی حسنہ کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے سر مزید جھکا لیا۔

"آپ کو اب تو مجھ پر کوئی اعتراض نہ ہو گا' میں نے وہ تجھیں یقین کروالی تھیں۔" شریف شوخی سے بولا تو عمر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔ وہ پیچھے سے مسکرا دی تھی۔

اسے بھی چلا ہی جانا تھا۔ اس لیے اس نے حسنہ کو ڈراپ کرنے کا ذمہ لے لیا تھا۔ وہ فرنٹ سیٹ پر خاموش بیٹھی تھی۔ عمر ہوٹل سے نکلتے ہی پہلے کی طرح انجان بن گیا تھا۔

"آپ مجھ سے ناراض ہیں عمر بھائی؟" اس نے ہمت کر کے کہا۔

"کیوں؟ میں آوارہ' بدمعاش' بدکردار آدمی تم سے ناراض کیوں ہونے لگا؟"

"پلیز' ایسے مت کہیں' میں شرمندہ ہوں' نشاء کی باتوں میں آ گئی تھی۔"

"بعض اوقات خود کو عقل مند سمجھنے والے بہت بے وقوف ہوتے ہیں۔ وہی میرے ساتھ ہوا' پلیز' سوری۔" فیروزی جارجٹ کے سوٹ لائٹ میک اپ میں اس کا حسن نکھرا ہوا تھا۔

"آخر یہ سب کیا قصہ تھا؟" وہ اسی موڈ میں تھا۔

"میں غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔" اسے مختصراً بتاتی ہوئی بولی۔

"تمہیں مجھ سے اتنی چڑ کیوں تھی؟"

"آپ بھی آتے کے ساتھ ہی میرے دشمن بن بیٹھے تھے۔"

"اب دوست نظر آ رہا ہوں؟"

"پتا نہیں؟" اس کی شرارت وہ سمجھنے لگی تھی۔

"پھر بھی کیوں فری ہو رہی ہو؟ میں تو بہت خراب ہوں۔"

"اب مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ شرافت اور ہوس میں کیا فرق ہوتا ہے؟ بعض چہرے اتنے معتبر و پاکیزہ ہوتے ہیں۔ ان پر فرشتے ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ مگر اندر سے وہ شیطان ہوتے ہیں۔ بعض لوگ بظاہر بے باک ہوتے ہیں مگر ان کی آنکھوں میں ہوس نہیں احترام و عزت کی روشنی ہوتی ہے۔ یہ مجھے معلوم ہو چکا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"اچھا تمہارا مطلب ہے میں اچھا انسان ہوں؟"

"بار بار پوچھنے سے کیا مطلب ہے' آپ کو لکھ کر دوں؟"

"نہیں نہیں میں خود محسوس کر لوں گا ابھی۔" اس نے ایک بازو اس کے شانوں پر پھیلاتے ہوئے کہا۔

"یہ۔ یہ کیا کر رہے ہیں؟" وہ پیچھے ہٹی تھی۔

"اپنی شرافت کا رزلٹ دیکھ رہا تھا۔"

اور پھر وہی ہوا جس کا بڑی امی کو خطرہ تھا۔ واپسی پر عمر نے اپنے والد کو حسنہ کے لیے منظوری دے دی تھی۔

For more visit (exponovels.com)